خیرکم من تعلّم القرآن و علّمه

بچوں کو حفظ کیسے کرائیں

مرتب

حضرت مولانا اسماعیل احمد لولات کاپودروی دامت برکاتہم

استاذِ حدیث وفقہ: جامعہ قاسمیہ کھروڈ، گجرات

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

نام کتاب:.........بچوں کو پڑھانے کا طریقہ

مرتب:.........مولانا اسماعیل احمد کاپودروی دامت برکاتہم

صفحات:..................................88

بہ اہتمام:.........مفتی محمود صاحب حافظ جی بارڈولی حفظہ اللہ

ناشر:..............نورانی مکاتب

مولانا یوسف صاحب بھانا، محمود نگر، ڈابھیل۔9558174772

Email id: yusuf_bhana@hotmail.com

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات۔99048,86188 \ 99133,19190

مولانا حافظ صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد، بارڈولی، سورت، گجرات.8140238304

دار المکاتب کاپودرا.9898611235/9712005458

عناوین

فہرستِ مضامین

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العلمین ، و الصلوۃ و السلام علی رسولہ محمد صلی اللّٰہ علیہ و سلم و علیٰ آلہ و أصحابہ أجمعین.

انا نحن نزّلنا الذکرَ وَ انا لہ لحافظون.

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآنِ شریف کی اتنی مقدار کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہوجائے ہر شخص پر فرض ہے اور تمام کلامِ پاک کا حفظ کرنا فرضِ کفایہ ہے، اگر کوئی بھی (العیاذ باللّٰہ) حافظ نہ رہے تو تمام مسلمان گنہگار رہیں۔

ملا علی قاریؒ نے علامہ زرکشیؒ سے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پڑھنے والا نہ ہو تو سب گنہگار رہیں۔

معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کا حفظ کرنا بندوں کی ایک اہم ضرورت ہے اور سنت اللّٰہ یہ رہی ہے کہ جو چیز بندوں کے لیے جتنی ضروری اور اہم ہوتی ہے اللّٰہ پاک اس کا حصول بندوں کے لیے آسان فرما دیتے ہیں۔

آج دنیوی علوم کا حصول دشوار ہو رہا ہے، جہاں ڈاکٹری وغیرہ کی تعلیم ایک غریب انسان کے لیے نہایت دشوار ہے وہاں حفظِ قرآن کے بہت سارے اسباب اللّٰہ نے مہیا فرمائے ہیں، بڑے اداروں کے علاوہ شہروں اور دیہاتوں میں؛ نیز مکاتب و مساجد میں بھی شعبۂ حفظ کا سلسلہ قائم ہے جس میں امیر و غریب ہر شخص مال خرچ کیے بغیر سہولت سے حفظ کر سکتا ہے۔

بندہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے فراغت کے بعد بغرضِ تدریس جامعہ قاسمیہ

کھروڈ حاضر ہوا تو مہتمم جامعہ ”حضرت مولانا ابراہیم صاحب مظاہری دامت برکاتہم“ نے درس وتدریس کے علاوہ اطراف کے مکاتبِ دینیہ کی نگرانی کی ذمّے داری بھی احقر کو سپرد کی؛ نیز ان کی معیت میں کئی مکاتب کا تعلیمی جائزہ لینے کا موقع ملا جس سے کافی تجربہ ہوا اور تقریباً بارہ سال تک مکاتب کی نگرانی اور تعلیمی جائزوں کے بعد ۲۰۰۲ء میں کاپودرا میں ”تدریب المعلمین“ کا ایک شعبہ قائم کیا؛ جو مسلسل سولہ سال سے ”دار المکاتب“ کے نام سے میرے اساتذہ کی دعاؤں اور اللہ کے فضل وکرم سے رواں دواں ہے، جس میں ہر سال پورے ملک اور بیرونِ ملک سے اساتذہ تدریب کے لیے آرہے ہیں؛ اللہ پاک اس خدمت کو قبول فرمائے اور اپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔

آنے والے علمائے کرام میں سے بہت سے حضرات احقر سے شعبۂ حفظ سے متعلق اپنی مشکلات پیش کرتے اور اس کے متعلق ہدایات طلب کرتے، جو کچھ احقر کے علم میں ہوتا اس کے مطابق احقر ان حضرات کی رہبری کرتا رہا۔

بہت سے دوست واحباب نے درخواست کی کہ ایک رسالہ شعبۂ حفظ کے متعلق مرتب کیا جائے جس میں یہ سب ہدایات جمع کردی جائیں تو إن شاء اللہ! بہت نفع ہوگا۔ ان کی درخواست پر یہ رسالہ ”بچوں کو حفظ کیسے کرائیں“ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنائے، آمین۔

احقر: اسماعیل احمد کاپودروی

درجۂ حفظ میں داخلہ کا نظام اور اس کے کام

ناظرہ کا نظام

ظاہر ہے کہ کوئی بھی منظوم یا منثور کلام کسی بھی زبان میں ہو، یاد کیا جائے یا حفظ کیا جائے تو سب سے پہلے اسے صحت کے ساتھ دیکھ کر اچھی طرح پڑھایا جاتا ہے، پھر اسے یاد کیا جاتا ہے اور رٹایا جاتا ہے؛ تاکہ زبانی یاد کرنے میں کوئی بنیادی غلطی کا امکان باقی نہ رہے، اسی طرح قرآنِ مجید کو بھی زبانی حفظ کرنے سے پہلے پوری صحت و قواعد اور تجوید کی مکمل رعایت کرتے ہوئے دیکھ کر پڑھایا جاتا ہے، اس طرح دیکھ کر پڑھنے کو ناظرہ قرآن کہتے ہیں۔

چنانچہ ناظرہ قرآن جتنا زیادہ صحیح، رواں اور اچھا پڑھنا سیکھ لیا جائے گا اتنا آسان اور جلد یاد ہو کر ذہن نشیں ہوگا اور یادداشت مضبوط اور راسخ ہوگی؛ لہٰذا درجاتِ حفظ میں داخلہ لینے والے ہر طالبِ علم کا ناظرہ قرآن مع تجوید پختہ ہونا ضروری ہے، ناظرہ کی پختگی کے بغیر حفظ میں پختگی نہیں ہوگی۔

بڑے اداروں میں جب شعبۂ حفظ میں داخلہ کے خواہش مند آتے ہیں تو اولاً ان کے ناظرہ کا امتحان لیا جاتا ہے، اگر ناظرہ کمزور ہے، روانی نہیں ہے، اٹک اٹک کر بچہ پڑھ رہا ہے (کچا ہے) تو شعبۂ حفظ میں اس کا داخلہ نہیں ہوتا؛ کیوں کہ بڑے اداروں میں ناظرہ کی پختگی کے لیے کوئی نظام نہیں ہوتا۔

ہاں! اگر روانی ہے؛ لیکن صحت نہیں ہے تو اس کا نظام بڑے اداروں میں ہے،

کسی جگہ نورانی قاعدہ صحت کے ساتھ پڑھا دیا جاتا ہے اور پارۂ عم میں مشق کرائی جاتی ہے یا شعبۂ تجوید کا ایک گھنٹہ ہوتا ہے جس میں باقاعدہ صحت پر محنت ہوتی ہے؛ لیکن ناظرہ کی پختگی کا نظام عام طور پر نہیں ہوتا؛ اس لیے جن بچوں کا ناظرہ کمزور ہوتا ہے وہ مایوس گھر واپس ہوتے ہیں، ان کا داخلہ مدرسہ میں نہیں ہوتا؛ اس لیے ہمارے گجرات کے بعض مدارس میں شعبۂ ناظرہ کا نظام قائم کیا گیا ہے؛ تاکہ حفظ کے طالبِ علم جن کا ناظرہ کمزور ہے وہ داخلہ سے محروم نہ رہیں۔

ان مدارس میں سے ''جامعہ دارالاحسان نواپور'' اور ''دارالیتامیٰ بھروچ'' ہیں جہاں حفظ کے خواہش مند ہر طالبِ علم کا داخلہ ہوتا ہے؛ چاہے ناظرہ خوانی کی صلاحیت ہو یا نہ ہو اور بچوں کو شعبۂ حفظ میں داخلہ کے قابل بنانے کی ایک محنت ہوتی ہے، اس سلسلے میں شعبۂ ناظرہ کے تین درجات ہیں، جن کا نام ''شعبۂ ناظرہ برائے حفظ'' ہے جس کی وضاحت اگلے صفحے پر آرہی ہے۔

ناظرہ خوانی کی صلاحیت جانچنے کا طریقہ

حفظ میں داخلہ لینے والے بچے کو قرآنِ پاک میں سے کوئی ایک صفحہ دے کر ۱۵ رمنٹ مطالعہ اور مشق کا موقع دیں، پھر سنیں، اگر بچہ روانی مع صحت، صحیح وقف واعادہ کے ساتھ پورا صفحہ سنادے تو سمجھیں کہ ناظرہ خوانی کی صلاحیت موجود ہے، اس بچے کا داخلہ ''حفظ برائے مشق'' میں کیا جائے، حفظ برائے مشق کا تعارف إن شاء اللہ! آگے پیش کیا جائے گا۔

شعبۂ ناظرہ کے تیسرے درجے میں داخلہ

اگر بچہ روانی کے ساتھ مکمل صفحہ سنا دے؛ لیکن صحت نہ ہو تو شعبۂ ناظرہ برائے حفظ کے تیسرے درجے میں اس کا داخلہ ہوگا۔

شعبۂ ناظرہ کے دوسرے درجے میں داخلہ

اگر بچہ ناظرہ پڑھ رہا ہے؛ لیکن روانی نہیں ہے؛ بلکہ اٹک اٹک کر پڑھ رہا ہے اور صحت میں بھی کمی ہے تو اس بچے کا داخلہ شعبۂ ناظرہ کے دوسرے درجے میں کیا جائے، جہاں روانی اور صحت پر محنت ہوگی۔

شعبۂ ناظرہ کے اول درجے میں داخلہ

اگر حروف کی شناخت ہی نہ ہو یا ایک عربی کلمہ یا قرآنی کلمہ پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو شعبۂ ناظرہ کے اول درجے میں داخل کیا جائے گا۔

پہلے درجے میں عربی کلمات مع صحت پڑھنے کی استعداد پیدا کی جاتی ہے، نیز قواعد کا استحضار واستعمال کرایا جاتا ہے، دوسرے درجے میں مسلسل رواں ناظرہ پڑھنے کی طاقت پیدا کی جاتی ہے اور تیسرے درجے میں صحت اور لہجہ میں محنت ہوتی ہے۔

درجۂ اولیٰ	حلِ کلمات مع صحت کی صلاحیت پیدا کی جائے۔
درجۂ ثانیہ	روانی مع صحت اور قواعد کا اجرا۔
درجۂ ثالثہ	صحت اور لہجہ پر محنت۔

بہر حال! مدرسہ میں بطورِ حفظ داخلہ لینے والے طالبِ علم کے ناظرہ کا امتحان

لیا جائے، اگر وہ بچہ مسلسل رواں ناظرہ پڑھ سکتا ہے؛ لیکن صحت اور لہجہ نہیں ہے تو شعبۂ ناظرہ کے درجۂ ثالثہ میں اس کا داخلہ کیا جائے اور اگر عربی کلمات پڑھ سکتا ہے؛ لیکن روانی نہیں ہے؛ بلکہ ناظرہ اٹک اٹک کر پڑھتا ہے تو مع صحت رواں پڑھنے کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے شعبۂ ناظرہ کے درجۂ ثانیہ میں داخلہ دیا جائے اور اگر حروف کی شناخت ہی نہ ہو یا ایک عربی کلمہ یا قرآنی کلمہ پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بھی اس کو محروم واپس نہ کیا جائے؛ بلکہ اس کو شعبۂ ناظرہ کے درجۂ اولیٰ میں داخل کیا جائے جہاں حروف شناشی کے بعد قرآنی کلمات پڑھنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی محنت ہوتی ہے اور تقریباً ایک سال میں بچہ شعبۂ حفظ کے قابل ہو جاتا ہے؛ یعنی پورے قرآن میں سے کوئی صفحہ بھی بچے کو حل کرنے لیے دیا جائے تو الحمدللہ! دس منٹ مطالعہ کرنے کے بعد بچہ وہ صفحہ روانی مع صحت وعمدہ لہجہ سنا سکتا ہے اور شعبۂ ثانیہ والے بچے تقریباً تین ماہ میں شعبۂ حفظ کے داخلہ کے قابل ہو جاتے ہیں اور شعبۂ ثالثہ والے جن میں صحت کی کمی ہے وہ ایک سے دو ماہ میں حفظ میں داخلہ کے قابل بن جاتے ہیں۔

شعبۂ ثالثہ میں نورانی قاعدہ برائے صحت پڑھایا جائے اور اس کے بعد پارۂ عم بطورِ مشق پڑھایا جائے۔

بہرحال! گجرات کے بہت سے مدارس میں شعبۂ ناظرہ برائے حفظ کا قیام عمل میں آیا ہے اور ہر مدرسہ یہ کوشش کر رہا ہے کہ آنے والے بچے محروم واپس نہ ہوں، اگر وہ شعبۂ حفظ میں داخلہ کے قابل نہیں ہے تو اس کو شعبۂ ناظرہ میں داخل کر کے شعبۂ حفظ میں داخلہ کے قابل بنانے کی محنت کی جارہی ہے، اللہ پاک تمام کی محنتوں کو قبول فرمائے اور دنیا و آخرت میں بہترین بدلہ نصیب فرمائے، آمین۔

دوسرے مدرسہ سے آنے والے طلبہ کا داخلہ

بعض مرتبہ حفظ میں داخلہ کے خواہش مند طلبہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو دوسرے مدرسہ سے یا اپنے مکتب سے کچھ پارے حفظ کر کے آتے ہیں، ان کا داخلہ امتحان لیتے وقت چند امور خصوصاً مدِ نظر رکھیں:

① صحت ہے یا نہیں؟ ② منزل یاد ہے یا نہیں؟

③ جن پاروں کا حفظ نہیں ہوا ہے ان میں سے بچہ ناظرہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

① اگر صحت میں کمزور ہے تو ایمر جنسی وارڈ؛ یعنی شعبۂ ناظرہ کے درجۂ ثالثہ میں رکھا جائے جہاں صحت پر محنت ہوتی ہے، اس کے بعد شعبۂ حفظ میں داخل کیا جائے؛ لیکن یہ صحت والا کام ایک دو ماہ میں مکمل ہو جانا چاہیے۔

حفظ کے جو اساتذہ فکر مند اور ماہر ہیں وہ ایسے بچوں کی صحت کا مسئلہ خود اپنی درس گاہ میں حل کر لیتے ہیں؛ لیکن بعض اساتذہ ادھر توجہ نہیں کرتے اور امتحان میں جب یہ کمزوری سامنے آتی ہے تو یہ عذر کر لیتے ہیں کہ یہ دوسرے مدرسہ سے آیا ہے، کبھی کبھی تو دوسرے مدرسے میں غلطی کی روک ٹوک نہ کرنے پر وہ غلطی مستحکم ہو جاتی ہے جس کا ازالہ اور اس غلط عادت کے چھڑانے کا کام بہت دشوار ہو جاتا ہے، نیز حفظ کے استاذ کو دیگر بہت سے کام کرنے ہیں؛ اس لیے مناسب یہ ہے کہ اس کو ایمر جنسی وارڈ میں شعبۂ ناظرہ کے درجۂ ثالثہ میں رکھا جائے۔

② صحت ہے؛ لیکن منزل یاد نہیں تو ظاہر ہے کہ اس بچے کے لیے آگے چلنا دشوار ہے؛ لہٰذا اس بچے کا شعبۂ حفظ برائے مشق میں داخلہ کیا جائے جس میں بچہ گذشتہ

پارے یاد کرلے اور پانچ پارے یاد کرے، پھر اہلِ مدرسہ امتحان لے، پھر دوسرے پانچ پارے یا بقیہ پارے یاد کرے اور امتحان دے، جب حفظ کیے ہوئے پارے یاد ہوجائیں تو شعبۂ حفظ کے دوسرے درجے میں داخل کیا جائے۔

اگر شعبۂ حفظ برائے مشق میں داخلہ کی گنجائش نہ ہو یا یہ شعبہ ہی قائم نہ ہوا ہو تو شعبۂ حفظ کے دوسرے درجے میں داخل کیا جائے اور پہلے منزل یاد کرائیں، پھر آگے سبق شروع کریں؛ اگر پچیس پارے کر چکا ہے یا چند پارے باقی ہیں تو مناسب ہے کہ پہلے آخری پارے حفظ کرا کر قرآن مکمل کرا دیں اور اس کے بعد گردان پر لگا دیں۔ بہت سی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ اول منزل یاد کرنے میں بچے کو لگا دیا جاتا ہے اور بچے کے لیے اس کے یاد کرنے میں اتنی دشواریاں پیدا کر دی جاتی ہیں کہ وہ حفظ چھوڑ دیتا ہے اور گذشتہ یاد کیے ہوئے پارے بالکل بھول جاتا ہے۔

بہر حال! یہ چند ہدایات ہیں، استاذ اس باب میں واقف ہو کر خود مجتہد اور ساعی بنے، اہلِ مدرسہ یا استاذ اپنے بچے کے بارے میں ماہرین سے مشورہ کر کے کوئی آسان حل تلاش کر کے ایسے بچوں کو سنبھال لیں اور ان کی زندگی ضائع ہونے سے بچا لیں۔

(۳) اگر منزل ہی کمزور ہو اور جو پارے حفظ نہیں کیے ہیں اس کا ناظرہ بھی کمزور ہے تو احقر کی ناقص رائے یہ ہے کہ منزل یاد کرانے کے ساتھ ساتھ بقیہ پاروں میں ناظرہ کے پختہ کرنے کی محنت کی جائے؛ کیوں کہ ناظرہ خام ہوگا تو سبق کچا رہے گا اور سبق کچا ہوگا تو منزل کچی ہوگی، سبق کے کچا ہونے سے حفظ میں جو کمزوری رہتی ہے اس کی تلافی میں بہت دشواری ہوگی اور حفظ میں جو پختگی ہونی چاہیے وہ حاصل نہیں ہوتی: یہ عام قاعدہ ہے؛ لیکن اللہ پاک کسی کے لیے آسان فرما دے تو دوسری بات ہے۔

ایک واقعہ

ہمارے دوستوں میں سے ایک قاری خالد فلاحی دامت برکاتہ کے بڑے بھائی ''حافظ فاروق پٹیلؒ'' ہیں، ہمارے ساتھ مدرسہ تعلیم الاسلام کاپودرا میں پڑھا، مکتب کے سب سے کمزور طلبہ میں ان کا شمار ہوتا تھا، ناظرہ قرآن خوانی میں بہت کمزور تھے، ذہنی اعتبار سے بھی کمزور تھے؛ لیکن گاؤں ہی کے مکتب میں حفظ شروع کیا اور اللہ نے آسان بھی کر دیا، اللہ کے فضل سے حفظ مکمل کرلیا اور گاؤں ہی میں کئی سال رمضان میں محراب بھی سنایا، دارالعلوم فلاحِ دارین میں بھی پڑھا اور جامعہ قاسمیہ کھروڈ میں عالمیت کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھیں اور جوانی میں ہی ایک مہلک بیماری میں انتقال ہوا؛ اللہ پاک مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آخرت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

سبق یاد کرنے اور سننے کا نظام

① مغرب اور عشا کا درمیانی وقت:

کیوں کہ یہ فطری بات ہے کہ دن کے آخری حصے میں اور سونے سے پہلے جو امور اور واقعات انسان کو پیش آتے ہیں سونے کے بعد پوری رات غیر محسوس طریقے سے ذہن اندرونی طور پر انہی واقعات کے فکر و خیال میں مشغول رہتا ہے؛ جبکہ سونے والا شخص اپنی نیند اور استراحت میں محو ہوتا ہے اور اس بات کا اسے قطعی شعور نہیں ہوتا؛ لہٰذا جو سبق بچے نے سونے سے قبل قوّتِ حافظہ میں محفوظ کرلیا ہے، سونے کے بعد عقلِ باطنی اس کو پوری رات برابر لوٹاتی رہتی ہے جس کی وجہ سے بچہ جب صبح نیند سے بیدار ہوگا تو غیر محسوس طور پر سبق اپنے ذہن میں محفوظ پائے گا۔

اس لیے عشا کی نماز کے بعد حفظ کے بچوں کو جلدی سلا دیا جائے اور اس بات کی نگرانی کی جائے کہ بچے عشا کے بعد مجلس بازی وغیرہ میں اپنے اوقات ضائع نہ کریں؛ ورنہ عقلِ باطنی کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

② سحری اور تہجد کا وقت۔

③ نمازِ فجر کے پہلے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کا وقت:

ان اوقات میں ذہن صاف ہوتا ہے اور جسم میں تر و تازگی ہوتی ہے، نیز ان اوقات میں نورانیت بھی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ (الم سجدۃ)

ترجمہ: ایمان والوں کے اعمال کا حال یہ ہے کہ شب کو ان کے پہلو خواب گاہوں سے علاحدہ ہوتے ہیں اور وہ لوگ اپنے رب کو ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔

تشریح: بستروں سے اٹھ کر ذکر و دعا میں مشغول ہوجانے سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک نمازِ تہجد اور نوافل ہیں، جو سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔

روایاتِ حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، ترمذی شریف میں صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ یہ آیت عشا سے قبل نہ سونے اور جماعتِ عشا کا انتظار کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب اور عشا کے درمیان نوافل اور ذکر میں مشغول ہونے والوں کے لیے نازل ہوئی۔

حاصلِ کلام: آیتِ کریمہ کی تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت اور فجر سے قبل تہجد کا وقت نورانی اور فضیلت والا ہے اور فجر کی نماز کے بعد کا وقت بھی تسبیحات اور اذکار کا ہے؛ لہٰذا یہ تینوں اوقات سبق یاد کرنے اور سنانے کے لیے خاص کیے جائیں، مغرب کے بعد سبق یاد کرنے کا وقت اور فجر سے قبل تکرار اور سبق سنانے کا وقت ہے، فجر کے بعد سبقی پارہ یاد کرنے کا وقت ہے، اگر فجر سے قبل بچہ سبق نہ سنا پائے تو فجر کے بعد سبق سنیں۔

سبق یاد کرنے کا طریقہ

① سبق کا مطالعہ:

کلاس میں کسی ساتھی یا استاذ کو ناظرہ سنائے؛ تاکہ غلطی کی اصلاح ہوجائے، دو تین بچے اپنے پاس ایسے رکھیں کہ وہ دیگر بچوں کا رواں سنیں اور جو غلطی ہے (غنّہ، مد اور پُر-باریک کی) اس کی نشان دِہی کریں اور ہوسکے تو استاذ بھی سن لیں۔

مقصد یہ ہے کہ بچے کو جو سبق آگے دینا ہے بچہ اسے یاد کرنا شروع کرے اس سے پہلے اس کا ناظرہ اتنا صحیح ہوجائے کہ اس میں کسی قسم کی غلطی کی گنجائش نہ رہے (نہ حرفوں کی، نہ زبر، زیر کی اور نہ ہی کوئی اور پختہ غلطی)؛ کیوں کہ بچے کو سبق یاد کرنے کے لیے ایک آیت کو کئی کئی دفع دوہرانا پڑتا ہے، اگر اس کا پہلے سے ناظرہ درست نہ کیا گیا تو وہ جب اس کو زبانی یاد کرنا شروع کرے گا تو اس کی وہ غلطی بالکل پختہ ہوکر اس کے ذہن میں بیٹھ جائے گی، یہ حفظ کے شعبے میں اتنا بڑا نقصان ہے جس کی تلافی بعض دفعہ پوری زندگی نہیں ہو پاتی۔

② گیارہ مرتبہ سبق ناظرہ پڑھیں:

اِس کو مدرسہ کا معمول بنایا جائے اور یہ معمول بچے مغرب سے قبل مکمل کرلیں؛ تاکہ مغرب کے بعد متصلاً سبق یاد کرنا شروع کرسکیں۔

خاص نوٹ: سبق یاد کرنے سے پہلے اول اور آخر درود شریف ایک مرتبہ اور ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾

يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ پڑھ لیں، پھر مکمل متوجہ ہو کر سبق یاد کریں۔

خاص خیال رکھیں:

سبق یاد کرنے کے دوران رموز واوقاف کی پوری رعایت کریں: کہاں وقف کرنا ہے؟ کہاں وصل کرنا ہے؟ یہ ذہن نشین کرلیں، اپنی استطاعت کے موافق سانس رکھیں، درمیانی رفتار سے تلاوت کریں؛ نہ عجلت کریں، نہ ترتیل، درمیانی آواز سے سبق یاد کریں، نہ اتنا آہستہ پڑھیں کہ قریبی ساتھی کو بھی سنائی نہ دے اور نہ اس قدر بلند کہ آواز پھٹنے لگے، یہ تجربہ کی بات ہے کہ جو طالبِ علم اپنی نشست (بیٹھک) پر جس طرح پڑھتا ہے بالکل اسی طرح وہ استاذ کے پاس بیٹھ کر پڑھتا ہے۔

بعض طلبہ اپنی نشست پر جلد بازی سے پڑھتے ہیں اور تصور کرتے ہیں کہ استاذ کو سناتے وقت اطمینان سے پڑھیں گے، ایسا کرنے والوں کو اکثر بھول یا غلطی لاحق ہو جاتی ہے؛ لہٰذا اپنی نشست پر ہی اچھی طرح پڑھنے کی عادت ڈالیں، تھوڑی بلند آواز سے تلاوت کرنے کی عادت ڈالیں؛ تاکہ صحیح تلاوت ہو۔

ابو حامدؒ کا قول ہے کہ:

قرأتِ خفیفہ فہم کے لیے ہے اور قرأتِ رفیعہ حفظ کے لیے۔

ابو ہلال عسکریؒ فرماتے ہیں کہ: طالبِ علم کے لیے لائق ہے کہ اپنا سبق یاد کرتے وقت اتنی آواز اونچی کرے کہ وہ خود اس کو سن سکے۔

کیوں کہ جس بات کو کان سے سن لیتے ہیں وہ دل میں خوب راسخ ہو جاتی ہے؛ اسی لیے انسان پڑھی ہوئی بات کی بنسبت سنی ہوئی بات کو زیادہ یاد کر لیتا ہے اور جب سبق کو بطورِ نغمہ اور فصاحت و تجوید کے یاد کیا جائے، ساتھ ساتھ طالبِ علم اس میں آواز

کو اونچا بھی کرے تو اس کی فصاحت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

بلند آواز سے پڑھیں

بلند خوانی (بلند آواز سے پڑھنا) مطلوب ہے جس کے بہت سے فائدے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

① بلند خوانی سے ہمت وجرأت میں اضافہ ہوتا ہے۔

② بلند خوانی سے مقاماتِ احتمال کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

③ بلند خوانی سے تلاوتی غلطیاں دور ہو جاتی ہیں؛ اس لیے کہ جب بلند آواز سے تلاوت کریں گے اور اتفاقاً غلط پڑھا تو استاذ یا باشعور طالبِ علم جو بھی سنیں گے وہ اس غلطی پر ضرور ٹوکیں گے جس کا نقد فائدہ یہ ہوگا کہ غلطی فوراً درست ہو جائے گی، وہ طلبہ قابلِ مبارک باد ہیں جو قدرے بلند آواز سے پڑھنے کے عادی ہیں۔

اس بات کی پوری کوشش اور فکر ہو کہ سبق میں ایک بھی غلطی نہ ہو؛ کیوں کہ سبق کی غلطی درست کرنے کے لیے اس کو بار بار رٹنا پڑتا ہے، یہ غلطی بڑی کوشش کے بعد درست ہوتی ہے؛ اس لیے غلطی پر نشان لگائیں، غلطی پر نشان لگانے سے بڑا نفع ہوتا ہے، اس کی جلد اصلاح ہو جاتی ہے، پھر اس غلطی کو بار بار رٹ کر درست کرلیں۔

یہ نشان کیا ہوا حصہ اس رہبر کی سی حیثیت رکھتا ہے جو دورانِ سفر راستے کے نشیب و فراز، اتار چڑھاؤ، نفع و نقصان سے واقف ہوتا ہے، بالکل اسی طرح یہ نشان زدہ حصہ قاریٔ قرآن کی رہبری کرتا ہے کہ: دیکھو! آپ کی اس مقام پر غلطی ہوئی تھی، اب اس غلطی کو نہ دوہرانا؛ ورنہ سزا ملے گی، جب یہ تصور ہو کہ راستے میں گڑھے ہیں اور

مجھے سنبھل کر چلنا ہے تو ہی محفوظ رہے گا۔

③ مغرب کے بعد واپس دو تین مرتبہ تجوید کی رعایت کرتے ہوئے مترنّم آواز کے ساتھ سبق ناظرہ پڑھیں، جس کی وجہ سے نفسیاتی طور پر بچوں کے اندر از خود اس سبق کے حفظ کا جذبہ پیدا ہوگا اور بچوں کی طبیعت از خود سبق کی طرف مائل ہوگی۔

④ پورے سبق پر اس تصور کے ساتھ بھر پور نظر ڈالیں کہ گویا آپ کی آنکھیں تصویر کشی کا کیمرہ ہیں اور آپ اس سبق کی اپنی آواز اور نظر کے ذریعہ اپنے حافظہ میں تصویر لینا چاہتے ہیں، اس دوران آپ اپنے کیمرہ؛ یعنی آنکھ کو حتی المقدور ہلانے کی کوشش نہ کریں؛ بلکہ پوری طرح اس سبق پر جمائے رکھیں۔

⑤ سبق کی پہلی آیت یا سبق کی اول دو تین لکیریں قدرِ آواز کے ساتھ تجوید کی رعایت کرتے ہوئے صحیح صحیح اندر دیکھ کر سات بار کم از کم ناظرہ پڑھیں، اس طرح کہ آنکھ کا کیمرہ کھولیں اور ذہن کو ہر خیال اور وسوسہ سے خالی کریں۔

کوئی آیت لمبی ہو تو وقوف کے لحاظ سے کئی حصوں پر تقسیم کر کے حفظ کریں۔

⑥ سات مرتبہ ناظرہ پڑھنے کے بعد اس آیت کو حفظ تین بار پڑھیں، آیت یا مطلوبہ مقدار کے کسی لفظ یا موقع میں کوئی غلطی پیش نہ آئے تو ایک بار اندر دیکھ کر ناظرہ پڑھ کر آگے بڑھیں اور اگر کسی لفظ یا موقع میں غلطی پیش آئے تو اس لفظ اور موقع کو پانچ بار ناظرہ اور پانچ بار حفظ پڑھ کر پوری آیت یا مطلوبہ مقدار تین بار ناظرہ اور دو بار حفظ پڑھیں؛ یہاں تک کہ اس موقع یا لفظ میں کوئی اشکال اور شک وشبہ اور نسیان وذہول باقی نہ رہے۔

⑦ دوسری آیت کو بعینہ مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق یاد کریں، جب دوسری

آیت یاد ہوجائے تو اب دونوں آیات کو تین بار ناظرہ اور دو بار حفظ پڑھیں؛ تاکہ دونوں آیات کے حفظ میں ربط اور تسلسل قائم ہوجائے؛ جب یہ دونوں آیات خوب ازبر ہوجائیں تو اب تیسری آیت کی جانب توجہ مبذول کریں اور تیسری آیت کے ازبر ہونے پر مذکورہ بالا طریقۂ تکرار و ربط کا لحاظ کر کے تینوں آیات پڑھیں۔

غرض اس طرح سبق کے آخر تک ایک ایک آیت یاد کرتے جائیں اور سبق کے شروع سے ملاتے جائیں؛ تاکہ پورا سبق یکساں طور پر یاد ہوجائے۔

⑧ مغرب کے بعد مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق سبق یاد کرائیں اور جو بچے کمزور ہوں یا جدید ہوں ان کو اپنے پاس بٹھا کر سبق یاد کرنے کی ترتیب عملاً بتائیں اور سبق یاد کرنے میں بچوں کی مدد کریں، عشا سے قبل آپس میں جوڑی بنادیں؛ تاکہ ایک دوسرے کا سبق سنیں۔

⑨ اذانِ فجر سے چند منٹ پہلے بچوں کو اٹھائیں اور رات والے سبق کو سات بار ناظرہ اور سات بار حفظ پڑھنے کو کہیں، إن شاء الله! سبق بچوں کی نوکِ زبان ہوجائے گا اور حیرت انگیز سرعت وروانی کے ساتھ بالکل صحیح زبان پر جاری ہوجائے گا۔

⑩ سبق خوب ازبر اور نوکِ زبان ہونا چاہیے، قرآنِ مجید کا جتنا حصہ بھی یاد کریں گے اس کی بنیاد یہی سبق ہوگا؛ جب بنیاد ہی کمزور ہوگی تو ظاہر ہے کہ اس پر تیس پاروں کی عمارت بھی لامحالہ کمزور ہوگی؛ لہٰذا بنیادی طور پر یومیہ سبق فاتحہ کی طرح خوب ازبر ہونا ضروری ہے، اگر خدانہ خواستہ یومیہ اسباق کمزور رہتے چلے گئے تو پوری عمر حفظ بھی کمزور اور غیر تسلی بخش ہی رہے گا اور اس کے بعد آپ خواہ کتنی ہی محنت کریں معیاری پختگی قطعاً حاصل نہ ہوسکے گی۔

⑪ فجر سے قبل سبق از بر اور پختہ و تسلی بخش نہ ہو تو بچے کو یاد کرنے کا موقع دیں اور فجر کے بعد سنیں، اگر فجر کے بعد بھی سبق تسلی بخش نہ ہو تو سبق چھوڑ کر بچے کو سبق پارہ یاد کرنے میں لگا دیں۔

دل میں سبق کی دوہرائی

اس کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ سونے سے پہلے ایک بار اپنا سبق بغیر آواز کے اپنے حافظے سے ہی دوہرائی کریں، اس مشق سے اس کے حافظے میں یاد کیے ہوئے حصے کی تصویر اس طرح محفوظ ہو جائے گی کہ آیات کی ابتدا و اختتام کا پورا نقشہ ایک تصویر کی شکل اختیار کر لے گا۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِجْعَلُوْا الْحَدِیْثَ حَدِیْثَ اَنْفُسِکُمْ وَ فِکْرَ قُلُوْبِکُمْ تَحْفَظُوْہُ.

حدیث شریف کو اپنی خود کلامی اور غور و فکر بنا لو؛ تاکہ تم اسے یاد رکھ سکو۔

اس قول کی روشنی میں یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ قرآنِ کریم کو خود کلامی اور دل کے غور و خوض کا حصہ بنا لو؛ تاکہ یہ تمھارے قلوب میں نقش ہو جائے۔

سبق یاد کرنے کے طریقے میں چند ملحوظ صلاحیتیں

① دل اور دماغ کو سبق یاد کرنے پر آمدہ کرنے کا عمدہ نظام۔

② سبق کے حفظ اور پختگی کے لیے تکرار کا طریقہ موجود ہے، عربی کا مقولہ ہے: فانّ الشئ إذا تکرّر، تقرّر.

③ آیتوں کے درمیان ربط اور تعلق کا نظام موجود ہے۔

④ حافظہ کا بھرپور استعمال کیا ہے، اس کی وجہ سے قوتِ حفظ میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ ⑤ عقلِ باطنی سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سبق یاد کرنے میں توجہ اور طبیعت میں نشاط باقی رکھنے کے لیے تدابیر

① سبق یاد کرنے کے دوران کسی قسم کا شور وشغف نہ ہو۔

② بچوں کے سامنے کوئی خوش منظر چیز نہ ہو جو حفظ کی توجہ کو منتشر کرنے کا ذریعہ ثابت ہو۔

③ بچوں کو سمجھائیں کہ سبق یاد کرنے کے دوران اردگرد کی چیزوں سے قطعی بے نیاز اور لاتعلق ہوں، کمرہ کے سامان اور چٹائی وغیرہ پر ہرگز فضول نظر نہ ڈالیں اور نہ ہی کھڑکی سے باہر والے مناظر کو دیکھنے کی فضول حرکت کریں۔

④ ہر بچہ قدرِ بلند آواز سے اپنا اپنا سبق یاد کرے اور استاذ ان پر کڑی نظر رکھے اور ضرورت مند بچوں کے لیے سبق یاد کرانے میں معاون ومددگار رہے۔

⑤ سبق یاد کرنے کا وقت متعین ہو؛ مثلاً ایک گھنٹہ یا پچاس منٹ؛ تاکہ زیادہ دیر بیٹھے رہنے سے طبیعت میں اکتاہٹ اور بے ذوقی پیدا نہ ہو۔

⑥ متحرک رہے؛ یعنی آگے پیچھے ہلتا رہے؛ جس طرح بلب کا بٹن دبانے سے بلب میں کرنٹ پیدا ہوجاتا ہے اور بلب روشن وسرگرمِ عمل نظر آتا ہے، اسی طرح سبق وغیرہ یاد کرتے وقت ایک مخصوص نظامِ تسلسل کے ساتھ بغیر تکلف کے آگے پیچھے ہلنے سے طبیعت میں ہمّت وطاقت اور جسمانی اعضا میں نشاط وچستی پیدا ہوتی ہے۔

سبق پارہ کا نظام

شعبۂ حفظ میں ''سات سبق'' ایک مشہور اصطلاح ہے؛ یعنی آج کے سبق سے متعلقہ ماقبل کے ''سات سبق'' اس طرح کے آج کا تازہ سبق کل سات سبق کے ساتھ ساتواں حصہ بن جائے گا اور شروع کا ایک سبق نکل جائے گا، جو حفاظ حضرات خوب جانتے ہیں، ہمارے گجرات کے مدارس میں یہ ''سبق پارہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

بہر حال! یہ سبق پارہ صبح کے آموختہ سے قبل سنا جائے، سبق پارہ میں بھی لقمہ نہ آئے، سبق اگر پختہ بغیر غلطی کے ہو تو سبق پارہ میں غلطی کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔

سبق پارہ کی مقدار

شعبۂ حفظ کے اساتذہ کے یہاں یہ مقدار مختلف ہے، احقر اپنے دوستوں کو چھ یا سات اسباق بطورِ سبقی پارہ سننے کا مشورہ دیتا ہے؛ یعنی روزانہ سبق سننے کے بعد قریب والے پانچ سبق اور آج کے تازہ سبق کے ساتھ کل چھ اسباق؛ یعنی ایک ہفتے کے تمام اسباق دوبارہ سنیں، نیز سبق پارہ میں آج کا تازہ سبق ضرور سنیں۔

بہتر یہ ہے کہ تازہ سبق سب سے پہلے سنا جائے، پھر اس کے بعد سبقی پارہ سنا جائے اور اس کے ساتھ سبق پھر سنا جائے، سبق سب سے پہلے سننا اس لیے بہتر ہے کہ اس سے طالبِ علم کا بوجھ ہلکا ہو جائے اور وہ خود کو ہلکا محسوس کرے اور سبقی پارہ کے

ساتھ دوبارہ سبق سننا اس لیے مفید ہے کہ اس میں تسلسل اور ترتیب باقی رہتی ہے۔

اگر استاذ نے یہ سمجھ کر آخری سبق نہ سنا کہ یہ سبق تو ابھی تھوڑی دیر پہلے سنا ہی چکا ہے تو اس سے ایک طرح کا خلا سا پیدا ہو جائے گا اور ترتیب ٹوٹ جائے گی؛ لیکن یہ بھی ملحوظ رہے کہ سبق پارہ میں سبق سناتے وقت سبق کچھ کچا ہے تو اس خامی کو نظر انداز کر دیں؛ کیوں کہ اس وقت کی خامی ایک عارضی ہے، اصل حالت وہی تھی جس کا مشاہدہ استاذ نے صبح سبق سنتے وقت کیا۔

اگر استاذ اس وقت کی خامی کو پیشِ نظر رکھ کر آگے سبق نہیں پڑھائے گا تو اس سے طالبِ علم کا دل ٹوٹ جائے گا؛ کیوں کہ اسے کامیابی کے بعد ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا؛ لیکن یہ جب ہے کہ اس نے صبح سبق خوب پکّا سنایا ہو، اگر صبح کے وقت سبق کچا تھا تو پھر اگلا سبق پڑھانے کے لیے سبق پارے میں سبق خوب یاد سننا ہی ضروری ہے؛ اس لیے کہ جو حصہ سبق میں کچا رہ جاتا ہے وہ پھر آگے چل کر کبھی یاد نہیں ہوتا اور تجربہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ جن لوگوں نے دورانِ تعلیم حفظ پختہ نہ کیا ہو وہ بعد میں بڑی محنت کے باوجود بھی پختہ نہیں کر پائے۔

سبق پارہ یاد کرنے کا طریقہ

سبق اگر پختہ سنا جائے تو إن شاء الله ! سبق پارہ میں لقمہ کی نوبت بہت کم آئے گی؛ لیکن مدارس میں احقر نے دیکھا اور حفظ کرنے والے بچوں سے معلوم بھی کیا کہ سبق پارہ میں آخری دو سبق نہایت کچے ہوتے ہیں اور آخری دو تین اسباق یاد کرنا آج کے تازہ سبق سے زیادہ دشوار ہو جاتا ہے اور عشا کے بعد آخری دو تین اسباق کے

یاد کرنے میں کافی وقت صرف ہوجاتا ہے؛ اس لیے سبق بلا غلطی کے سنا جائے، اگر سبق حافظہ میں جمع ہوا ہوگا تو دو تین بار سبق پارہ پڑھنے سے خوب یاد اور محفوظ ہوگا، ایسے بچے کے لیے یاد کرنے کے کسی اور طریقے کی ضرورت نہیں ہے؛ تاہم مزید پختگی اور جماؤ کے لیے اکثر میں درجاتِ حفظ کے اساتذہ کو بتلاتا ہوں کہ: اگر مناسب ہو تو بچوں کو یاد کرنے کا یہ طریقہ بتائیں۔

کمزور بچے کے لیے سبق پارہ یاد کرنے کا خاص طریقہ

بچہ یومیہ ایک صفحہ سبق سناتا ہے تو اس کا سبق پارہ ''چھ اسباق''؛ یعنی چھ صفحات ہیں، جمعرات کے روز ایک صفحہ سبق سنایا تو سنیچر سے لے کر جمعرات تک کے چھ سبق بچے کا سبق پارہ ہے:

① پہلا سبق سنیچر کا۔

② دوسرا سبق اتوار کا۔

③ تیسرا سبق پیر کا۔

④ چوتھا سبق منگل کا۔

⑤ پانچواں سبق بدھ کا۔

⑥ چھٹا سبق جمعرات کا۔

فجر کی نماز سے قبل سبق سنانے کے بعد بچہ فجر کے بعد متصلاً سبق پارہ یاد کرے گا، یاد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ:

جمعرات؛ یعنی تازہ سبق کو بچہ چھ بار پڑھے: تین بار ناظرہ، تین بار حفظ۔

پھر بدھ کے سبق کو پانچ بار پڑھے: تین بار ناظرہ اور دو بار حفظ۔

پھر منگل کے سبق کو چار بار پڑھے: دو بار ناظرہ، دو بار حفظ۔

پھر پیر کے سبق کو تین بار پڑھے: ایک بار ناظرہ، دو بار حفظ۔

پھر سنیچر اور اتوار کے دونوں سبق کو ایک بار ناظرہ اور ایک بار حفظ پڑھے۔

اس کے بعد مکمل سبق پارہ؛ یعنی چھ اسباق کو چار بار پڑھے: دو بار ناظرہ، دو بار حفظ۔

ذہین بچے کے لیے سبق پارہ یاد کرنے کا خاص طریقہ

آخر کے دو سبق اور آج کا تازہ سبق پانچ بار پڑھے: تین بار ناظرہ اور دو بار حفظ، پھر مکمل سبق پارہ تین بار پڑھے: دو بار ناظرہ اور ایک بار حفظ۔

بچے صحیح ترتیب سے ازبر کریں، شک والا اور اٹک اٹک کر نہ سنائیں اور مذکورہ ترتیب سے سبق پارہ یاد کریں تو إن شاء اللہ! سبق پارہ بھی سورۂ فاتحہ کے مانند ازبر اور پختہ ہوگا۔

سبق پارہ کچا ہونے کی وجہ

سبق پارہ کچا ہونے کی وجہ سبق کا کچا ہونا ہے، بندہ نے دیکھا ہے کہ مغرب کے بعد بچے سبق یاد نہیں کرتے؛ بلکہ اپنا کافی وقت ضائع کرتے ہیں اور صبح فجر کے بعد یاد کرنا شروع کرتے ہیں اور کلاس میں سب سے آخر میں سبق سناتے ہیں اور آخر میں سبق کی آیات کو ذہن میں ایک ترتیب دے کر عارضی طور پر سنا دیتے ہیں، یہ یاد کیا ہوا

وقتی اور عارضی ہے، چند منٹ کے بعد وہ سب غائب ہو جاتا ہے؛ اس لیے سبق پارہ میں آج کا تازہ سبق سنانا بچے کے لیے نہایت دشوار ہوتا ہے؛ بلکہ ناممکن ہوتا ہے؛ اس لیے کہ سبق یاد کرنے میں بچے نے حافظۂ عادی کا استعمال کیا ہے اور جو چیز حافظۂ عادی میں جمع ہوتی ہے وہ وقتی اور عارضی ہوتی ہے جو بہت جلد حافظہ سے نکل جاتی ہے۔

سبق کچا رہنے کی ایک اور وجہ

سبق کچا رہنے کی ایک اور وجہ ناظرہ کا کچا اور کمزور ہونا ہے، جس بچے کا ناظرہ کمزور ہوگا اس کا سبق بھی کمزور اور کچا ہوگا۔

نوٹ: حافظہ کے اقسام اور اس کی تعریفات ''بچوں کو پڑھانے کا طریقہ'' اور ''تعلیمی نفسیات'' نامی احقر کی مرتب کردہ کتابوں میں موجود ہے۔

سبق پارہ کے بعد صبح کا آموختہ

سبق پارے کے بعد صبح کے آموختہ کے طور پر جاری سال میں جو پارے ہوئے ہیں اس کا آموختہ سنا جائے اور جاری سال میں جو پارے کیے ہیں اس کے دو حصے کیے جائیں:

① پانچ سبق؛ یعنی سبق پارہ سے ابھی جدا ہونے والا پارہ۔

② اس کے علاوہ بقیہ پارے۔

مثلاً ایک بچے کے گذشتہ سال بارہ پارے ہوئے تھے اور اس سال پارہ/ ۱۳ سے سبق شروع کیا اور پارہ/ ۱۷ کے ثلث سے؛ یعنی ﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ﴾ سے آج

سبق سنایا تو ۱۷/ پارہ کے نصف سے پانچ یا چھ سبق سبقی پارہ کا دور ہوگا اور پارہ/ ۱۳ سے ۱۷ کے نصف تک صبح کا آموختہ ہوگا۔

اب پارہ/ ۱۳ سے ۱۷ تک کے دو حصے کیے جائیں:

① ۱۳ سے ۱۵ ختم؛ یعنی پارہ/ ۱۳، ۱۴، ۱۵ تین پارے۔

② ۱۶ کے شروع سے ۱۷ نصف ڈیڑھ پارہ جو ابھی ابھی سبق پارہ سے جدا ہوا ہے۔ دونوں حصے سے نصف نصف پارہ؛ یعنی ایک پارہ صبح کے آموختہ میں سنا جائے، اس طرح پہلا حصہ؛ یعنی ۱۳ سے ۱۵ کا ہفتے میں ایک دور ہوگا اور دوسرا حصہ ۱۶ سے ۱۷ نصف تک کا ہفتے میں دو بار دور ہوگا۔

اگر بچوں کی تعداد زیادہ ہو تو دوسرے حصے میں سے پاؤ پاؤ پارہ سنیں تو اس صورت میں دوسرے حصے کا بھی ایک دور ہوگا۔

صبح کے آموختہ کا یہ دوسرا حصہ۔ جو ابھی ابھی سبق پارہ سے جدا ہوا ہے۔ یاد ہی ہے اور بچوں کو یاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ یہ صرف تکرار ہے؛ تاکہ ذہن میں اچھی طرح جم جائے، اس نصف میں اگر طلبہ کی اپنے سامنے جوڑی بنادی جائے؛ تاکہ ایک دوسرے کا سن لیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن استاذ نگرانی رکھیں اور پہلے حصے کا نصف استاذ خود سن لیں تو ان شاء اللہ! بآسانی صبح کے آموختہ کا نظام مکمل ہوگا۔

نوٹ: صبح کے آموختہ کی مذکورہ ترتیب سے معلوم ہوا کہ سبقی پارہ کے دو حصے ہیں: ایک تو چھ سبق والا حصہ اور ایک ابھی ابھی سبق پارہ سے جدا ہونے والا حصہ، جس میں سے نصف پارہ یا ایک ربع سنایا ہے، اس طرح سبقی پارہ دو حصوں میں کُل ایک پارہ یا پونے پارہ کے قریب قریب ہوجائے گا۔

منزل؛ یعنی دوپہر کا آموختہ

ظہر کے بعد ایک پارہ سنا جائے، جس کی ترتیب یہ ہو کہ بچوں سے معلوم کرلیں کہ کون سے پارے زیادہ یاد ہیں؟ جن میں محنت کی زیادہ ضرورت نہیں ہے، اس میں سے نصف اور بقیہ پاروں سے نصف؛ تاکہ تمام دن محنت یکساں رہے؛ ورنہ جس دن آسان اور جو پارے یاد ہیں اس کا آموختہ ہوگا اس دن بچہ خاص محنت نہیں کرے گا اور جس دن مشکل اور جو پارے کچے ہیں اس کا آموختہ ہوگا تو بچے کے لیے بہت دشوار ہوگا اور کافی محنت کرنی پڑے گی۔

اس صورت میں آموختہ کی مقدار بھی کم ہوگی، بچہ کہے گا: پورا پارہ یاد نہیں ہوا، یا استاذ کے ڈر سے بیمار ہو جائے گا اور غیر حاضری کرے گا؛ اس لیے محنت کرنے میں اعتدال قائم رکھنا ضروری ہے۔

مثلاً گذشتہ سال بچے کے ۱۲ پارے ہوئے تھے اور امسال پارہ/ ۱۳ سے شروع کیا تھا اور ۱۳ سے ۱۷ حفظ کیا ہے تو ۱۳ سے ۱۷ پارہ کے آموختہ کا نظام میں آگے ذکر کر چکا ہوں، اب اول بارہ پارے کے آموختہ کا نظام آپ اس طرح بنا سکتے ہیں کہ بارہ پاروں کو دو حصوں میں تقسیم کریں؛ یعنی اول حصے میں اول چھ پارے اور دوسرے حصے میں ۷ سے ۱۲ کل چھ پارے، عام طور پر اول پارے زیادہ تکرار کی وجہ سے خوب یاد ہوتے ہیں اور اس میں محنت کی زیادہ ضرورت نہیں پڑتی؛ لہٰذا آموختہ کا نظام پورا ہو سکتا ہے۔

نوٹ: نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

دن	پہلا ھفتہ	دوسرا ھفتہ
سنیچر	پارۂ اول کا اول نصف اور پارہ سات کا اول نصف	پارہ اول کا ثانی نصف اور پارہ سات کا ثانی نصف
اتوار	پارہ دو کا اول نصف اور پارہ آٹھ کا اول نصف	پارہ دو کا ثانی نصف اور پارہ آٹھ کا ثانی نصف
پیر	پارہ تین کا اول نصف پارہ نو کا اول نصف	پارہ تین کا ثانی نصف اور پارہ نو کا ثانی نصف
منگل	پارہ چار کا اول نصف اور پارہ دس کا اول نصف	پارہ چار کا ثانی نصف پارہ دس کا ثانی نصف
بدھ	پارہ پانچ کا اول نصف اور پارہ ۱۱ کا اول نصف	پارہ پانچ کا ثانی نصف اور پارہ ۱۱ کا ثانی نصف
جمعرات	پارہ چھ کا اول نصف اور پارہ ۱۲ کا اول نصف	پارہ چھ کا ثانی نصف اور پارہ ۱۲ کا ثانی نصف

نوٹ: صرف اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ بچے کے لیے محنت کرنے میں اعتدال رہے، کسی دن زیادہ دشواری اور زیادہ محنت اور کسی دن بہت کم، اس طرح کی بے اعتدالی نہ ہو، احقر نے تو اعتدال کی ایک مثال پیش کی ہے؛ ورنہ استاذ خود مجتہد اور محنتی ہوتا ہے تو حسبِ ضرورت طالبِ علم کے لیے آموختہ کا نظام بنا سکتا ہے۔

فائدہ: اس ترتیب کا فائدہ یہ ہے کہ ایک ہفتے میں تمام پاروں پر بچے کی نظر

ہوجاتی ہے اور تمام پاروں سے بچہ کا ربط رہتا ہے اور آسانی کے ساتھ مکمل ایک پارہ بھی بچہ سنا سکتا ہے، اس طرح جس طالبِ علم کے ۱۷ یا ۱۸ پارے ہوئے ہوں تو دو ہفتے (بارہ دن) میں ایک دور مکمل ہوگا، اس طرح ایک ماہ میں دو دور مکمل ہوں گے۔

منزل سننے کا نظام

مدرسین کے لیے بہتر تو یہی ہے کہ ہر ہر بچے کا الگ الگ اور فرداً فرداً سنا کریں؛ کیوں کہ اس سے استاذ کی شاگرد کی طرف توجہ پوری طرح رہتی ہے، جس کی وجہ سے اس کی غلطیوں کی اصلاح اچھی طرح ہوتی رہے گی؛ لیکن یہ اسی مدرس کے لیے ممکن ہے جس کے پاس طلبہ کی تعداد زیادہ نہ ہو اور ہر ہر بچے کا فرداً فرداً سننا ممکن بھی ہو۔

اور جن مدرسین کے پاس طلبہ کی تعداد زیادہ ہو اور وقت میں فرداً فرداً سننے کی گنجائش نہ ہو تو وہ دو یا زیادہ سے زیادہ تین کا بھی ایک ساتھ سن سکتا ہے؛ بلکہ بعض مرتبہ تو ایسا کرنا ضروری ہوجاتا ہے؛ مگر اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو دو بچوں کی جماعتیں بنادیں، پھر ایک جماعت کو اپنے دائیں اور دوسری کو بائیں اور اگر تین ہو تو ایک سامنے بٹھائیں اور ہر جماعت کے دو میں سے ایک پڑھے اور دوسرا سنیں اور استاذ خود چوکنّا اور مستعد ہو کر بیٹھے کہ پڑھنے اور سننے والے دونوں ہی کو استاذ کی مستعدی کا علم ہو، پڑھنے والے کو غلط پڑھنے پر اور سننے والے کو غلطی نہ بتلانے کی صورت میں استاذ کی ڈانٹ ڈپٹ کا ڈر ہو اور استاذ کبھی دائیں طرف والے اور کبھی بائیں طرف والے اور کبھی سامنے والے کی طرف کان لگائیں، اس سے تینوں جماعتیں پوری طرح چوکنا رہیں گی اور ہر جماعت یہ سمجھے گی کہ استاذ میری طرف متوجہ ہیں۔

لیکن ایسا کرنا اسی استاذ کے لیے ممکن ہے جو ماہر ہو اور قرآن پر عبور رکھتا ہو اور ایک طویل زمانہ سے حفظ کی خدمت بھی کر رہا ہو؛ لہٰذا استاذ اگر بالکل مبتدی ہو تو ایسا درجہ اس کو سپرد نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ اتنی ہی تعداد اس درجے میں رکھی جائے جس کا سبق، سبقی پارہ اور صبح کا آموختہ وقت ہی میں سننا ممکن ہو اور شام میں منزل تمام بچوں کی فرداً فرداً سننا ممکن ہو، اگر اس کا لحاظ نہیں کیا جائے گا تو خاطر خواہ نتیجہ حاصل نہیں ہوگا۔

اگر منزل کچی ہو تو کیا کیا جائے؟

اگر منزل زیادہ ہی کچی ہو اور کئی بار غلطی بتانے کی ضرورت پیش آئے تو پھر اس طرح کچا ہی سنتے چلے جانا مناسب نہیں ہے، ایسی صورت میں طالبِ علم کو ہدایت دی جاوے کہ دوبارہ یاد کر کے لائے؛ کیوں کہ ہر ہر رکوع میں یا اس سے بھی زیادہ مواقع میں غلطی بتانے کی ضرورت پیش آئے گی تو اس سے استاذ کو بھی تکلیف ہوگی اور شاگرد کو بھی، استاذ کو تکلیف ہونا تو ظاہر ہے کہ بار بار بتانے سے انسان تنگ آجاتا ہے اور شاگرد کو تکلیف اس لیے ہوگی کہ جب اسے جگہ جگہ بتایا جائے تو وہ بار بار شرمندگی محسوس کرنے کے علاوہ گرانی بھی محسوس کرے گا اور اسے پارہ یاد بھی نہیں ہوگا؛ کیوں کہ پانچ چھ غلطیاں تو یاد رکھ سکتا ہے؛ مگر پچیس، تیس کو یاد رکھنا ممکن نہیں؛ لہٰذا زیادہ کچا ہونے کی صورت میں دوبارہ یاد کر کے لانے کا کہا جائے یہی بہتر ہے۔

مگر یہ جب کہ ایسا کبھی کبھار ہو، اگر ہمیشہ یا اکثر ہی ایسا ہوتا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ طالبِ علم یا تو بدمحنت ہے یا پھر وہ اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا جتنا آپ اس سے اٹھوانا چاہتے ہیں، اگر پہلی چیز ہو تو پھر پہلے ترغیب وتصویب سے اور پھر مناسب حد تک

تادیب سے محنت کرنے پر آمادہ کریں اور اگر دوسری چیز ہو تو بوجھ ہلکا کر دیں اور آموختہ کا کوئی مناسب نظام بنا دیں، اس باب میں بچے کی حالت اور نوعیت دیکھ کر استاذ ہی کوئی مناسب نظام بنا سکتا ہے یا صدر مدرس یا کسی تجربہ کار معلم سے اس باب میں مشورہ کرلیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

غلطی کیسے بتائیں؟

اگر بچہ کسی جگہ بھول جائے یا غلطی کرے تو استاذ کو چاہیے کہ فوراً نہ بتائیں؛ بلکہ ہاتھ یا سر سے اشارہ کرکے اس کو غلطی پر متنبہ کریں؛ تاکہ اس کو اپنی غلطی خود نکالنے کی عادت پڑے، ایسا کرنے سے بچے کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوگی اور وہ یہ سمجھے گا کہ غلطی میں نے خود نکالی، اگر طالبِ علم اشارہ یا اس عمل سے بھی نہ سمجھ سکے تو پھر غلطی بتادی جاوے۔

پختگی کا نظام

① سبق، سبقی پارہ اور منزل سناتے وقت غلطی کی جگہ پر نشان لگایا جائے اور بچے کو بتایا جائے کہ جن مقامات پر نشانات لگائے ہیں ان میں سے ہر مقام کو آگے پیچھے والے دو یا تین کلمات کے ساتھ ملا کر بار بار پڑھے اور اس طرح دوہرائے کہ آئندہ پوری عمر میں وہ غلطی پھر کبھی نہ ہو۔

اساتذہ یہ خاص خیال رکھیں کہ یہ تکرار والا عمل بچے ہرگز نہ چھوڑیں؛ کیوں کہ اس تکرار کے بغیر کوئی بھی حافظ قرآن پختہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا، بہت سے

بچے نشان لگائے ہوئے مقامات پر بار بار غلطی کرتے ہیں؛ بلکہ امتحان میں بھی وہ ان اغلاط کا اعادہ کرتے ہیں جس کی وجہ یہی ہے کہ استاذ نے نشان تو لگا دیا؛ لیکن بچے کو عملِ تکرار کا مکلّف نہیں بنایا؛ لہٰذا طلبہ کو سمجھا دیں کہ درس گاہ کا معمول ہے کہ سبقی پارہ یا صبح کا آموختہ یا دوپہر کی منزل میں مقامِ اغلاط کو کم از کم پچیس بار یاد کریں۔

② درس گاہ میں یہ بھی معمول بنائیں کہ ہر طالبِ علم ایک پاؤ پارہ صبح سے لے کر عشا تک تمام سنن ونوافل میں پڑھتا رہے، اس طرح چار دن میں ایک پارہ مکمل ہوگا، پھر دو دن اسی ایک پارہ کا نصف اور ہفتے کے آخری دن میں اس ایک پارہ کو تمام سنن ونوافل میں پڑھیں، اس طرح ایک ہفتے میں ایک پارہ ہوگا۔

③ اپنے طلبہ میں چلتے پھرتے حفظ پڑھنے کی عادت ڈالیں، درس گاہ سے مسجد یا کمرہ کی طرف جاتے ہوئے یا کمرہ سے مسجد یا درس گاہ کی طرف آتے ہوئے قرآن زبانی پڑھتے رہیں۔

④ مدرسے کے اوقات میں جو بچے اپنے کام سے فارغ ہو گئے ہوں ان کو آپس میں حفظ سننے سنانے پر بھی لگا سکتے ہیں۔

صبح اور شام کے آموختہ میں مدرسہ کا معیار متعین کیا جائے

حفظ کی پختگی اور حفظ کے معیار کو بلند کرنے کے لیے مدرسہ اپنے طلبہ کے لیے ایک معیار متعین کرے، مثلاً: ہر آموختہ میں ۱۰۰ میں سے ۸۵ نمبر۔

اس سے ناظمِ تعلیمات کو اندازہ ہوگا کہ درجاتِ حفظ کے کتنے بچے مدرسہ کے معیار کے مطابق چل رہے ہیں اور جو بچے مدرسہ کے معیار پر نہیں چل رہے ہیں اس کی

وجہ کیا ہے؟ اس پر روشنی پڑے گی اور ان بچوں کی پریشانی دور کرکے معیار پر لانے کی محنت کے سلسلے میں اربابِ مدرسہ مشورہ کرکے کوئی نظام بنا سکتے ہیں اور جو بچے ہمیشہ مدرسہ کے معیار کے مطابق چل رہے ہوں اور ایک دم معیار سے نیچے آگئے تو اس طرف اربابِ مدرسہ کی توجہ ہوگی اور سب مل کر ان کو معیار پر لانے کی فکر کریں گے۔

معیار سے گرنے کی وجوہات

① معیار سے گرنے کی ایک وجہ غلط صحبت اور معاصی میں مبتلا ہونا ہے، آج کل تو موبائل کی ایک خاص وبا ہے جو ہر معاصی کی بنیاد ہے، جیسے موبائل پر فلم بینی وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ حفظ اور اپنے کاموں سے توجہ ہٹا کر دیگر امور کی طرف توجہ دینے سے بچہ معیار پر قائم نہیں رہتا۔

② معیار سے گرنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بچے کو دار الاقامہ میں کسی بچے کا خوف اور اس کی طرف سے پیش آنے والی پریشانیاں ہیں جس کی وجہ سے بچہ ذہنی پریشانی میں مبتلا رہتا ہے اور ذہنی انتشار کے باعث جیسا سنانا چاہیے نہیں سنا پاتا ہے، اگر مدرسہ کا معیار متعین ہوگا تو بچے کی ذہنی پریشانی پر روشنی پڑے گی۔

③ کبھی ذہنی پریشانی اور انتشار کا باعث گھریلو حالات بھی ہوتے ہیں، اس سلسلے میں بچے کے والد یا کسی ذمّے دار سے مدد حاصل کر سکتے ہیں۔

④ معیار سے گرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ بچہ چلتے چلتے ایک دم سے رک جاتا ہے، ہر وقت ذہنی اور دماغی کیفیت یکساں نہیں ہوتی، بعض دفعہ دماغ کی حالت بڑی اچھی ہوتی ہے اور کبھی دماغ پر دباؤ ہوتا ہے اور بچے کی ایسی حالت ہوجاتی

ہے کہ سبق یاد کرنے کو جی نہیں چاہتا اور یاد کرنے میں جی نہیں لگتا اور استاذ کو بھی پتا نہیں چلتا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ استاذ کبھی اس حالت کو بچے کی شرارت پر محمول کرتا ہے اور سزا دینا شروع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے بعض مرتبہ بچہ بھاگ جاتا ہے۔

اس لیے احقر کی رائے یہ ہے کہ ایسے موقع پر چند ایام بچے کا سبق روک لیں اور ایسے بچے پر کسی قسم کا دباؤ نہ ڈالیں؛ بلکہ کوئی ایسی تدبیر اختیار کریں جس سے بچے کی یہ کیفیت زائل ہو جائے، پھر سبق اور دیگر معمولات شروع کریں۔

بہت سی مرتبہ بیس یا پچیس پاروں کے بعد بچہ اس طرح کی حالت میں مبتلا ہوا اور استاذ اس کی نوعیت سے واقف نہیں ہوا؛ بلکہ اور اس کے ذہن پر دباؤ ڈال دیا جس کی وجہ سے بچے نے مدرسہ ہی چھوڑ دیا، یا حفظ ہی چھوڑ دیا اور کئی سالوں کی محنت ضائع ہو گئی۔

بہرحال! مدرسے کا معیار اگر متعین ہوگا تو بہت سی باتوں پر روشنی پڑے گی۔

معیار کی تعیین کے لیے بعض سفارشات

﴿ب﴾ بھول:

① ایک سورت کے بعد دوسری سورت کا بھول جانا۔

② کسی صفحہ کے بعد اگلے صفحے کا بھول جانا۔

③ ایک آیت کے بعد دوسری آیت کا یاد نہ آنا۔

④ آیت کا کچھ حصہ پڑھنے کے بعد اٹک جانا۔

﴿م﴾ متشابہ:

① کسی سورت کے ختم پر۔

② کسی صفحہ کے ختم پر۔

③ کسی آیت کے ختم پر۔

④ درمیانِ آیت پر متشابہ لگ جانا۔

﴿ج﴾ لحونِ جلی:

① حروف کی غلط ادائیگی۔

② حرکات کی درازگی۔

③ ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن پڑھنا۔

﴿ص﴾ عدمِ صحت:

① قواعد کی رعایت نہ کرنا۔

﴿غ﴾ تحریفی اغلاط:

① حرکات کی تبدیلی۔

② حرف کی کمی وزیادتی۔

③ لفظ کی کمی وزیادتی۔

④ لفظ کی تبدیلی مثلاً ''یؤمنون'' کی جگہ یؤقنون پڑھنا۔

قابلِ توجہ امور

① نشان لگائے ہوئے مقام کے علاوہ نئے مقام میں غلطی ہو تو کیفیت میں اس کو درج کردیں، نیز یہ بھی لکھیں کہ استاذ کے لوٹا کر پڑھانے سے صحیح پڑھ لیا یا نہیں، ایک ہی مرتبہ میں درست کرلیا یا دو تین بار میں؟

② نشان لگائے ہوئے مقامات میں غلطی ہوئی اور لوٹا کر پڑھانے کی صورت میں صحیح کرلیا، ایک بار میں یا دو تین بار میں یا لوٹا کر پڑھانے کے باوجود صحیح نہ کرسکا؟

③ آموختہ میں کامیاب ہونے کے لیے ۸۵ نمبرات کا ہونا ضروری ہے، بعض حالات میں بعض طلبہ کا استثنیٰ کیا جاسکتا ہے؛ لیکن اس سلسلے میں مہتمم صاحب یا صدر مدرس یا ناظم صاحب کا مشورہ لیا جائے۔

نمبرات کا معیار قائم کرنے کا فائدہ

اس کا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ امتحانات کے وقت یہی معیار سامنے رکھ کر نمبرات دیے جائیں گے جس سے صحیح نتائج سامنے آئیں گے اور نتیجے سے مدرسہ کے درجاتِ

حفظ کی تعلیمی سطح کا علم ہوگا، جب تک مدرسہ کی تعلیمی سطح معلوم نہ ہو آگے ترقی کا مشورہ نہیں دیا جاسکتا۔

نوٹ: آموختہ کا معیار متعین کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ کند ذہن بچوں کو حفظ میں چلایا نہ جائے؛ بلکہ اس سے کمزوری کی کیفیت کا پتہ چلے گا اور کمزوری دور کرنے اور آگے بڑھانے میں۔ان شاء اللہ!۔مدد ملے گی۔

نمبر شمار	غلطی کی نوعیت	وضع شدہ نمبرات
۱	بھول	۳
۲	متشابہ	۲
۳	لحنِ جلی	۳
۴	تحریفی غلطی	۲
۵	قواعد کی عدمِ رعایت (ایک مرتبہ میں ایک نمبر وضع ہوگا)	۱
۶	نشان زدہ مقام میں غلطی کرنے کے بعد لوٹانے سے ایک دو مرتبہ میں درست کرلیں	۳
۷	نشان زدہ مقام میں غلطی کرنے کے بعد لوٹانے سے درست نہ کرسکیں۔	۵

حفظ سے فراغت کے بعد یومیہ شخصی تلاوت اور منزل پڑھنے کا طریقہ

① حافظ کے لیے ہمارے اکابر یومیہ تین پارے کا معمول بتلاتے ہیں، ہو سکے تو یہ تین پارے نماز میں پڑھے جائیں، یا کم از کم حفظ پڑھنے کی کوشش کریں۔

② اگر حفظ پڑھنے میں دشواری ہو تو ناظرہ تین پارے پڑھ کر ایک پاؤ پارہ صبح سے لے کر شام تک تمام نوافل میں پڑھے، اس طرح چار دن میں ایک پارہ مکمل ہوگا اور پانچویں دن تمام نوافل میں وہ ایک پارہ مکمل پڑھے، اس طرح ان شاء اللہ! پانچ ماہ میں ایک قرآن مکمل ہوگا۔

رمضان المبارک تک قرآنِ پاک کی دو گردان (دور) ہوگی۔

محبوب العلما والصلحا، سیدی ومولائی حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی کے بتائے ہوئے خاص دو طریقے

① ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب فرماتے ہیں کہ: اگر حفظ کچا ہو تو:

شوال سے روزانہ آدھا پارہ چھ بار پڑھنا شروع کریں: پانچ بار ناظرہ اور ایک بار حفظ، اس طرح دو ماہ؛ یعنی شوال اور ذی القعدہ میں ایک قرآن مکمل ہوگا۔

پھر ذی الحجہ اور محرم میں نصف پارہ چھ بار پڑھیں: چار بار ناظرہ، دو بار حفظ۔

تیسری گردان؛ یعنی صفر اور ربیع الاول میں چھ بار نصف پارہ پڑھیں: تین بار ناظرہ اور تین بار حفظ۔

پھر چوتھی گردان ؛ یعنی ربیع الآخر اور جمادی الاولیٰ میں چھ بار نصف پارہ پڑھیں: دو بار ناظرہ اور چار بار حفظ۔

پانچویں گردان ؛ یعنی جمادی الثانی اور رجب میں چھ بار نصف پارہ پڑھیں: ایک بار ناظرہ اور پانچ بار حفظ۔

پھر شعبان میں ایک پارہ تین بار حفظ پڑھنے کی کوشش کریں اور رمضان المبارک میں محراب سنانے کا اہتمام کریں۔

ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ: جس نے یہ نصاب مکمل کرلیا تو ان شاء اللہ! اس کا قرآن پختہ ہو جائے گا۔

(۲) اگر نصف پارہ پانچ بار ناظرہ پڑھنے کے بعد چھٹی بار حفظ پڑھنا دشوار ہو؛ یعنی حفظ بہت کچا ہو تو حضرت اپنے متعلقین کو ایک دوسرا طریقہ تلقین فرماتے ہیں:

پہلی گردان میں پاؤ پارہ بارہ مرتبہ پڑھیں: دس مرتبہ ناظرہ اور دو بار حفظ، اس طرح چار ماہ میں ایک قرآن مکمل ہوگا، مذکورہ ترتیب کے مطابق سال میں تین بار قرآنِ پاک مکمل ہوگا۔

قرآنِ پاک یاد رکھنے کا عمل

دارمیؒ نے اپنی مسند میں صابی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جو شخص سورۂ بقرہ کی یہ دس آیتیں پڑھا کرے وہ کبھی قرآن نہیں بھولے گا، چار اوّل سے مفلحون تک اور آیۃ الکرسی اور اس کے بعد کی دو آیتیں خٰلدون تک، اور سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتیں لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ سے ختمِ سورت تک۔

قرآنِ پاک یاد رکھنے کے لیے عارف باللہ حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کے خطوط

مکتوب (۱): ایک صاحب نے لکھا کہ: حفظ کرتا ہوں اور جو یاد کرتا ہوں پختہ یاد نہیں ہوتا، بھول جاتا ہوں، پختگی نہیں ہوتی، کوئی دعا یا وظیفہ تحریر فرمائیں۔

مکتوب (۲): ایک صاحب نے لکھا کہ: ذہن کمزور ہے جو یاد کرتا ہوں بھول جاتا ہوں، پختگی نہیں ہوتی، کوئی دعا اور طریقہ بتلا دیجیے۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا:

اس (حفظ کرنے) میں آپ لگے رہیں، حدیثِ پاک میں ہے کہ جو شخص حفظ شروع کر دیتا ہے اور اسی میں محنت کرتا رہتا ہے؛ لیکن یاد نہیں ہوتا اس کو دوہرا اجر ملے گا، پڑھنے کا اور مشقت کا، اور قیامت میں اسے حافظ بنا کر اٹھایا جائے گا، قبر میں ایک فرشتہ مقرر ہوگا جو اس کو یاد کرائے گا۔

من جانب: حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ

① ہر نماز کے بعد اول و آخر درود شریف کے ساتھ ''یَا فَتَّاحُ'' ۱۲۵ / مرتبہ پڑھ کر دعا کر لیا کریں۔

② ہر نماز کے بعد اول و آخر درود شریف کے ساتھ ''یَا لَطِیْفُ'' ۱۱ / مرتبہ پڑھ کر دعا کر لیا کریں۔

③ ہر نماز کے بعد ”لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، لَا مَلْجَأَ وَ لَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا إِلَيْهِ“ پڑھ کر دعا کرلیا کریں۔

④ سورۂ فاتحہ سات مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کیجیے۔

مسابقہ

طلبہ کے شوق اور ذوق کو بڑھانے کے لیے اور حفاظ طلبہ کی یادداشت کو پائدار بنانے کے لیے ششماہی اور سالانہ مسابقہ کا نظام مفید ثابت ہوگا، جس سے تعلیمی معیار بلند ہوگا، اس میں کامیاب شرکا کے لیے انعامات کا معقول انتظام بھی ہو تو بہت بہتر ہے، کامیابی کا دارومدار صحت اور لقمہ کی بنیاد پر ہوگا، جس نے اپنا حصہ بغیر لقمہ کے پڑھ لیا تو وہ انعام کا مستحق ہوگا، نیز جس فریق کی غلطیوں کی تعداد کم ہوگی وہ فریق مجموعی انعام کا بھی حق دار بنے گا اور تمام شرکا میں ترغیبی انعام حوصلہ بخش رہے گا۔

درس گاہ میں مسابقہ

عید الاضحیٰ یا ششماہی تعطیلات کے موقع پر استاذ خود کلاس میں بھی مسابقہ و مظاہرہ کا انتظام کرسکتا ہے، استاذ اپنی نگرانی میں اپنی کلاس کے طلبہ کے درمیان دو یا تین یا زیادہ فریق بنا کر مسابقہ کروائیں، اس سے۔إن شاء اللہ!۔ بہت فائدہ ہوگا، کمزور طلبہ کو بھی موقع ملے گا اور سب کے سامنے پڑھنے کی مشق ہوگی۔

بہت سے طلبہ ایسے ہوتے ہیں کہ انھیں اچھی طرح یاد ہوتا ہے؛ لیکن امتحان اور مجمع کے سامنے نہیں پڑھ سکتے، بھولنے لگتے ہیں، درس گاہ کے اندرونی مسابقہ سے یہ بیماری۔إن شاء اللہ!۔ختم ہوگی۔

درس گاہ کا ایک مفید عمل اور مسابقہ کی تیاری

درس گاہ میں جو طالبِ علم ہونہار ہو اور اچھا قرآنِ پاک پڑھتا ہو، جس کا لہجہ خوب عمدہ ہو تو کبھی کبھی درس گاہ کے تمام بچوں کو خاموش کر کے اس کا قرآن سنائیں، جب وہ منزل سنائے تو تمام بچے قرآن مجید کھول کر پوری توجہ سے اس کا قرآن سنیں، اس سے دوسرے طلبہ کو بھی اس طرح قرآنِ پاک پڑھنے کی راہ ملے گی۔

کمزور طلبہ کو بھی پاؤ پاؤ پارہ مشق کے لیے دیا جائے اور ان سے کہیں کہ: آپ کو بھی سب کے سامنے پڑھنے کا موقع دیا جائے گا، پھر کسی دن وہ بچہ اپنا مشق کیا ہوا پاؤ پارہ سنائے اور درس گاہ کے سارے بچے اس کا قرآن سنیں، اس طرح چند بار سب کے سامنے پڑھنے سے مجمع میں پڑھنے کی عادت پختہ ہوگی اور کمزور بچے بھی مسابقہ کے لیے تیار ہوں گے۔

احقر کی ایک رائے یہ ہے کہ جس طرح مسابقہ ہونہار بچوں میں ہوتا ہے اسی طرح کمزور بچوں کے مابین بھی ہونا چاہیے، جو بچے مہمان کے سامنے یا ممتحن کے سامنے یا مجمع میں پڑھنے سے گھبراتے ہیں ان کو درس گاہ میں مذکورہ ترتیب پر مسابقہ کے لیے تیار کر کے مدرسہ کے اس طرح کے دوسرے بچوں کے درمیان مسابقہ کرایا جائے؛ کیوں کہ مسابقہ ترغیبات کے اقسام میں سے ایک قسم ہے اور یہ بچے ترغیب کے زیادہ ضرورت مند ہیں۔

حفظ کرنے کے دوران متشابہات یاد کرانے سے بچیں

قرآنِ مجید کے حافظ کے لیے ایک مسئلہ اس کے متشابہات کا ہے، جو خاص کر

کے پیچیدہ اور مشکل ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں ایک مضمون کو کئی اور مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے، یہ سلسلہ بہت طویل ہے اور سارے قرآن میں پھیلا ہوا ہے اور صحیح معنیٰ میں حافظ وہی ہے جس کو متشابہات کے مواقع میں غلطی نہ لگے اور جو آیت جس طرح ہو اس کو ٹھیک اسی طرح یاد ہو۔

اس مشکل کو حل کرنے کے لیے بعض علما اور قرآن کے سچے خادموں نے ''متشابہات القرآن'' کے عنوان سے مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں ؛ تاکہ طلبہ متشابہات والی ان آیتوں کے باہمی فرق کو اچھی طرح سمجھ کر یاد کرلیں اور انھیں حفظِ قرآن کی دولت بدرجۂ اتمّ اور بلا کم و کاست حاصل ہوجائے۔

لیکن احقر کے خیال میں بچوں کو حفظ کرانے کے دوران متشابہات کا باہمی فرق سمجھانا اور ان کا یاد کرانا کچھ مفید نہیں ؛ بلکہ مضر ہے؛ کیوں کہ اگر وہ متشابہات والی آیتوں کو سوچ سوچ کر پڑھیں گے تو ظاہر ہے کہ یہ چیز ان کے لیے آسانی کے بجائے دشواری کا باعث ہوگی، بچوں کے لیے تو صرف اتنا ہی کافی ہے کہ انھیں ہر آیت ہر موقع میں اسی طرح یاد ہو جس طرح وہاں ہے اور بس۔

میرے خیال میں انھیں یہ بتانے کی قطعاً حاجت نہیں کہ یہاں تو یہ آیت اس طرح ہے اور فلاں فلاں جگہ میں اس اس طرح؛ کیوں کہ اگر دورانِ حفظ متشابہات کے فرق انھیں سمجھائے جائیں گے تو وہ بے فکری اور روانی کے ساتھ نہیں پڑھ سکیں گے اور قدم قدم پر سوچنے کی ضرورت پیش آئے گی، انھیں تو ہر آیت اپنے موقع میں کچھ اس طرح یاد ہونی چاہیے کہ ان کی زبان پر اس موقع میں دوسری طرح جاری ہی نہ ہوسکے۔

البتہ جب حفظ مکمل ہوجائے اور حفظ پختہ بھی ہو یا بذریعۂ گردان پختہ ہو

جاوے تو پھر ان متشابہات کے فرق کو سمجھنا یقیناً مفید ہے۔

امتحان بھی دلاتے رہیے

اس سلسلہ میں ایک مشورہ یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چھ ماہ کے بعد کچھ دنوں کے لیے سبق بند کر کے بچوں کا امتحان دلایا جائے، اس سے ایک تو منزل پختہ ہوتی رہے گی اور دوسرا بچوں کو امتحان کا خیال رہے گا اور وہ محنت پر لگے رہیں گے اور استاذ بھی نتیجے کے اچھا نکلنے کے ڈر سے محنت اور چستی کے ساتھ کام کرتا رہے گا۔

مگر ممتحن صاحب امتحان لیتے وقت ذہن میں یہ ضرور رکھیں کہ وہ نوآموز بچوں کا امتحان لے رہے ہیں، کسی پرانے اور تجربہ کار حفاظ کا نہیں؛ کیوں کہ امتحان سے مقصود معلم اور متعلم دونوں کو مستعد اور محنت پر لگائے رکھنا ہے، خدانخواستہ حوصلہ شکنی مقصود نہیں؛ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ممتحن بالکل ہی چشم پوشی اور اِغماض سے کام لے؛ کیوں کہ اس سے امتحان کا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جائے گا اور اس ڈھیل سے بچوں کو یہ تأثر ملے گا کہ ہم خواہ محنت کریں یا نہ کریں اور امتحان کے وقت خواہ کتنے ہی کمزور کیوں نہ ثابت ہوں، ممتحن ہمیں پاس تو بہر حال کر ہی دے گا۔

حافظہ اور خوش آوازی کے لیے بعض غذائی چیزیں

① زہریؒ فرماتے ہیں کہ: تم پر شہد لازم ہے؛ کیوں کہ یہ حافظہ کے لیے بہترین چیز ہے۔

② پودینہ کو جوش دے کر اس میں کلونجی کے تیل کے چند قطرے اور خالص شہد کا ایک بڑا چمچ ملا دیں اور صبح کو نہار منہ اس کو پی لیں، پورا دن حافظہ اور طبیعت ہشاش

بشاش رہے گی۔

③ شہد کو کلونجی کے تیل کے ساتھ ملا کر استعمال کرنا خوش آوازی اور بلغم نکالنے کے لیے انتہائی مفید اور مجرب ہے۔

④ ہاشمی کا قول ہے کہ جو شخص حدیث شریف کو حفظ کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ کشمش استعمال کرے۔

(صبح کو نہار منہ صاف ستھری کشمش کے اکیس (۲۱) دانے استعمال کریں)۔

⑤ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا اور بھولنے کی بیماری کی شکایت کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: گائے کا دودھ لازم کرلے؛ کیوں کہ وہ دل کو بہادر بناتا ہے اور بھولنے کی بیماری کو دور کرتا ہے۔

⑥ قوتِ حافظہ کی نیت سے زمزم کا پانی پیا جائے؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ عالی ہے کہ: زمزم کا پانی جس غرض سے پیا جائے وہ غرض حاصل ہوتی ہے۔

سلفِ صالحین میں سے متعدد حضرات نے مختلف نیتوں سے زمزم کا پانی نوش کیا اور ہر ایک کو اس کی غرض و نیت حاصل ہوئی۔

⑦ دکتور حسان شمسی پاشا کا قول ہے کہ تازہ مچھلی میں ایسے وٹامنز پائے جاتے ہیں جو دماغ کو قوت بخشتے ہیں۔

⑧ غذا کم مقدار میں استعمال کی جائے؛ کیوں کہ بسیار خوری اور بدہضمی سے حافظہ میں ضعف اور افکار میں ڈھیلا پن پیدا ہوجاتا ہے؛ اسی لیے قدیم مشائخ میں یہ محاورہ معروف رہا ہے کہ ”البطنة تذهب الفطنة“؛ یعنی پیٹ بھر کر کھانا ذہانت کو ختم کردیتا ہے۔

ہدایات برائے صحتِ قرآن

قرآنِ کریم کے کسی بھی حصے کو حفظ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس حصے کی قرأت کو درست کیا جائے، یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ جو طلبہ تصحیحِ قرأت کے بغیر حفظ شروع کر دیتے ہیں وہ حرکات اور تلفظ کی بڑی بڑی غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں، بعد میں ان غلطیوں سے چھٹکارا پانا بے حد مشکل کام بن جاتا ہے، باوجود یہ کہ انھیں ان کے بارے میں علم بھی ہو جائے۔

ایسے ہی یہ بات بھی تجربے سے ثابت ہے کہ وہ اساتذہ جو حفظ سے قبل قرأت درست کرنے کا اہتمام کرتے ہیں وہ دیگر معلمین کی نسبت زیادہ کامیاب ہوتے ہیں، ہر ایسا بچہ جس کے مخارج اور لہجہ درست ہو وہ دیگر طلبہ سے۔جن کا تلفظ درست نہیں ہوتا اور لہجے میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔آدھے وقت میں حفظِ قرآن کی تکمیل کر لیتا ہے۔

تصحیحِ قرأت کے لیے چند باتیں ملحوظ رکھیں

① حروف کو ان کے مخارج سے صحیح طور پر ادا کرانے کا اہتمام کرایا جائے، متشابہ الصوت حروف مثلاً (ت، ط) (ص،س) (ذ،ظ،ض) (ق،ک) کی ادائیگی کی طرف خاص توجہ کی جائے، بہت سے بچے (ٹ،ڈ) نکالتے ہیں اس کا خیال رکھا جائے۔

② طالبِ علم حرکات کو تھوڑا بھی نہ کھینچے اور نہ ہی حرکات یا کوئی حرف چبا کر پڑھے، اس کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔

③ مجہول نہ پڑھے، ایس پر بھی دھیان دینا ضروری ہے۔

④ حروفِ مستعلیہ میں تفخیم (پُر) اور مستفلہ میں ترقیق (باریک) کی رعایت

کرنا، خاص طور سے وہ مقامات زیادہ قابلِ توجہ ہیں جہاں حرفِ مستعلیہ ومستفلہ ایک ہی ساتھ ہوں، جیسے: مَنِ اسْتَطَاعَ.

⑤ ''را'' کے قواعد کا لحاظ کرتے ہوئے پُر اور باریک کی طرف توجہ دیں۔

⑥ اظہار، ادغام، اخفا، اقلاب کی طرف توجہ کرانا۔

مقاماتِ غنہ، اِخفا، ادغامِ ناقص، اقلاب وغیرہ میں ایک الف سے زیادہ غنہ نہ کرنا، اسی طرح نون مشدد اور میم مشدد میں بھی غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔

⑦ علاماتِ وقف مثلاً ''م'' وقفِ لازم، ''ط'' وقفِ مطلق اور ''ج'' وقفِ جائز اور ''لا'' علاماتِ عدمِ وقف وغیرہ رموزِ اوقافِ قرآن کی رعایت کا عادی بنا دیں۔

سبق کے ناظرہ میں استاذ اوقاف کی رعایت کرائیں، ابتدا واعادہ کی بھی رعایت کرائیں، اس کا اہتمام نہایت ضروری ہے؛ ورنہ اسی وقت سے بے جا وقف اور بے موقع ابتدا واعادہ کی عادت بن گئی تو بعد میں اس بُری عادت کا چھڑانا بہت مشکل ہوگا۔

⑧ شروع ہی سے تدویراً پڑھانے کا اہتمام کیا جائے، ایک طالبِ علم درمیانی رفتار سے ۲۵ یا ۳۰ منٹ میں ایک پارہ سنا سکتا ہے، رفتار تیز ہو تو روک دیں۔

حضرت ہردوئیؒ فرمایا کرتے تھے: قرآنِ پاک کے ہر حرف پر دس نیکی ملنے کا وعدہ ہے وہ صحیح پڑھنے پر ہے، مثلاً ''قُلْ'' کے دو حرف پر بیس نیکی کا وعدہ ہے؛ لیکن اگر کوئی اسی ''قُلْ'' ''کُلْ'' پڑھے اور ''ق'' ادا نہ کرے تو یہ ثواب کس طرح ملے گا؟

اگر اردو کا امتحان لیا جا رہا ہو اور کہا جائے کہ ''ظالم'' لکھو اور طالبِ علم ''جالم'' لکھے تو کیا آپ اس کو پاس کریں گے یا کوئی نمبر دیں گے؟ حالاں کہ صرف ایک حرف کو غلط لکھا ہے اور تین حرف کی اکثریت صحیح ہے۔

اسی طرح آپ نے کہا: ''طوطا'' لکھو، اس نے ''توتا'' لکھا تو آپ کیا نمبر دیں گے؟ اس بات کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ: ''ضالین'' کی جگہ ''دالّین'' پڑھے تو گویا پلاؤ کی جگہ دال کھاتے ہیں، دال کے حرفِ ابجد چار (۴) ہیں اور ضاد کے آٹھ سو (۸۰۰) ہیں تو ایک دم سے سات سو چھیانوے (۷۹۶) درجہ کم ہو جاتے، پس جو فیصلہ یہاں کریں گے قرآنِ پاک کی تلاوت میں بھی کرلیں۔

لہذا بہت اہتمام سے قرآنِ پاک کی تلاوت کو صحتِ حروف کے ساتھ مشق کرائیں، قرآنِ پاک کی غلط تعلیم سے منتظمینِ مدرسہ بھی وبال سے نہ بچ سکیں گے اور صدقۂ جاریہ کے بجائے صدقۂ ضاریہ (نقصان دِہ صدقہ) ہوگا۔

خوب صورت آواز میں قرآن کی قرأت

قرآن کے لامتناہی خصائص ہیں جن میں ایک خاصہ عمدہ لہجہ؛ یعنی خوب صورت آواز میں قرآن پڑھنا ہے، قرآنِ کریم کی تلاوت ایک خاص دل پسند لہجے کی شکل میں قواعدِ تجوید کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اور وہ نغمگی اس قدر مربوط ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ قرآنِ کریم کا حفظ آسان ہو جاتا ہے، اگر طالبِ علم ایک خاص طریقے پر اور خاص لہجے میں قرآنِ کریم پڑھنے کی عادت رکھتا ہے تو قرآن پڑھتے ہوئے کوئی لفظ حافظہ سے اتر جاتا ہے تو زبان بغیر اس لفظ کے قرأت جاری رکھنے سے انکار کرتی ہے اور باقاعدہ لہجہ باور کرواتا ہے کہ یہاں لفظ چھوٹ گیا ہے اور اگر زبان اسے ادا کر بھی دے تو کان اسے قبول نہیں کرتے۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ.

جس نے خوش آوازی سے قرآن نہ پڑھا وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔

امام وکیعؒ اور امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے مراد یہ ہے کہ جو خوش آوازی میں پڑھنے کی کوشش ہی نہ کرے وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔ (ابوداود)

عبدالجبار ابن وردؒ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے امام ابن ملیکہؒ سے پوچھا کہ اگر کسی کی آواز اچھی نہ ہو تو وہ کیا کرے؟

انھوں نے فرمایا کہ: جس قدر ممکن ہو وہ احسن انداز میں قرآن پڑھنے کی کوشش کرے۔ (ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

زَيِّنُوْا الْقُرْاٰنَ بِأَصْوَاتِكُمْ.

قرآنِ پاک کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔

قرآنِ پاک کو اچھی آواز اور عمدہ لب ولہجے میں پڑھنا مستحب ہے۔

وقوف کی رعایت

جب نئے بچوں کو آگے ناظرہ سبق پڑھائیں تو پھر استاذ انھیں یہ ہدایت کریں کہ وہ علاماتِ وقف؛ یعنی ’’آیت (O)، م، ط، ج‘‘ پر ٹھہرنے کی عادت ڈالیں، اگر کسی موقع پر دو علامتوں میں فاصلہ زیادہ ہو تو پھر ’’ش، ص، قف‘‘ کے موقع پر ٹھہر جائیں، ان کے علاوہ باقی علامتوں پر اور درمیان میں ٹھہرنے سے جہاں تک ممکن ہو

گریز کریں، اگر آپ نے بچوں کو اس بات کا عادی بنا دیا تو قرآن کی بڑی خدمت ہوگی۔

یاد رکھیں کہ حفاظ کو مناسب اور صحیح مواقع پر وقف کرنے کا عادی بنانا زیادہ ضروری ہے؛ اس لیے کہ اگر حفاظ کو بے جا ٹھہرنے کی عادت پڑ گئی اور یوں ہی جس طرح چاہے، جہاں جی میں آیا ٹھہرنے کے عادی بن گئے تو پھر آگے چل کر ان سے عادت کا چھڑانا بہت مشکل ہوگا اور بے جا وقف کرنے سے۔ پڑھنے والوں کو احساس ہو یا نہ ہو۔ ذوقِ سلیم رکھنے والوں کو تکلیف ضرور ہوتی ہے؛ کیوں کہ بے جا وقف کرنے سے قرآن کے معانی سمجھنے میں بعض مرتبہ التباس ہوتا ہے؛

مگر چونکہ بعض مرتبہ مذکورہ بالا علامتوں کے علاوہ دوسرے مواقع میں بھی ٹھہرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، مثلاً پڑھنے والا بھول جاتا ہے یا اس کا سانس ٹوٹ جاتا ہے یا کھانسی وغیرہ کا عارضہ پیش آجاتا ہے؛ اس لیے طلبہ کو یہ بات بھی سمجھا دینا چاہیے کہ اگر ان علامتوں کے علاوہ کسی دوسری علامت پر یا یوں ہی کہیں درمیان میں ٹھہرنا پڑ جائے تو پھر آگے سے نہ پڑھیں؛ بلکہ ایک دو کلمے اوپر سے لوٹا لیں؛ تاکہ کلام مربوط ہو جائے۔

اگر آپ نے بچوں کو حفظ کے دوران مناسب مواقع پر وقف کرنے اور مجبوری کی صورت میں بے جا وقف کرنے پر اوپر سے لوٹا کر پڑھنے کا عادی بنا دیا تو یہ طلبہ پر آپ کا بہت بڑا احسان ہوگا۔

درس گاہ کا ماحول

① ماہرینِ تعلیم یہ بھی ضروری قرار دیتے ہیں کہ مدرسہ کا مکان کھلا ہوا ہو، ہوا

دار ہو، جس میں گرمی اور سردی کی پوری رعایت ہو، بند کمرہ، جہاں ہوا نہ پہنچ سکے یا ایسا کھلا ہوا کہ دھوپ اور بارش سے بچاؤ نہ ہو مناسب نہیں ہے، جب بچوں کو اس میں بیٹھنا مشکل ہوگا تو کیا وہ سبق یاد کر سکتے ہیں؟

بہر حال! یہ بات اساتذہ کے اختیار کی نہیں ہے، اس کا تعلق منتظمین اور مدرسہ کی مالی گنجائش پر موقوف ہے۔

② اساتذہ یہ ضرور کر سکتے ہیں کہ درس گاہ کو صاف اور ستھری رکھیں اور اس میں ضروری ایسے چارٹ آویزہ کریں جو جاذبِ نظر بھی ہوں اور ان میں درس گاہ کے مناسب معلومات بھی ہوں، مثلاً: حروف کے مخارج کا نقشہ، تجوید کے قواعد کا نقشہ، ضروری دعائیں اور وظائفِ نماز، نیز کلاس کے اصول اور ضوابط کا نقشہ وغیرہ۔

③ کلاس میں ایک جگہ بطورِ مصلّٰی مخصوص کریں، جو بچہ سبق پارہ سنا دے اس کو مکلّف بنائیں کہ ایک بار سبق پارہ ناظرہ پڑھ کر دو رکعات نماز میں پڑھے۔

④ کلاس میں خوف کا ماحول نہ بنائیں، خوف کا ماحول تعلیم کا دشمن ہے؛ بلکہ ایسا ماحول بنائیں کہ استاذ کی ہیبت جو بچوں پر طاری ہے وہ زائل ہو جائے۔

⑤ استاذ خوش طبع ہو اور درس گاہ میں طلبہ سے خندہ پیشانی سے پیش آئے، حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نہایت خوش طبع تھے، حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی مجلس اور حلقوں میں بعض اوقات تفریحی باتیں بیان کرتے تھے، جن میں حکمت اور دانائی کی باتیں ہوتی تھیں اور طلبہ کی اکتاہٹ دور کرنے اور ان میں نشاط پیدا کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً خوش کن واقعات سنایا کرتے تھے؛ لیکن یاد

رہے کہ ان تفریحی باتوں سے استاذ اور کلاس کا وقار ختم نہ ہو۔

⑥ کلاس کو سزا کا مرکز نہ بنائیں، اکثر دیکھا ہے کہ درجاتِ حفظ کی کلاسیں پولیس تھانہ بن جاتی ہیں جن میں جسمانی سزائیں بھی ہوتی ہیں اور بدزبانی بھی، یہ بالکل مناسب نہیں ہے، معلم کو بردبار، متحمل المزاج اور دور اندیش ہونا چاہیے، ہر غلطی پر سزا شروع نہ کریں؛ بلکہ ہر استاذ اپنے پاس پڑھنے والے طلبہ کے ساتھ نرمی و مہربانی اور شفقت کا برتاؤ کریں، اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی شان میں فرمایا:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (التوبة)

ترجمہ: آپ مؤمنین پر بہت مہربان اور شفقت کرنے والے ہیں۔

لہذا اپنے طلبہ کے ساتھ محبوب فرزندوں اور بھائیوں جیسا سلوک کریں۔

⑦ معلم کو چاہیے کہ وہ اپنی درس گاہ کے کسی ذہین اور ہوشیار طالبِ علم کو اپنا معاون و مددگار بنائیں؛ تاکہ وہ حلقے کے انتظام میں اس کا ہاتھ بٹائے، وہ طالبِ علم اگر بالغ اور تھوڑا بڑا ہو تو زیادہ بہتر ہے؛ کیوں کہ کمسن کے مقابلے میں بالغ پختہ کار ہوتا ہے۔

⑧ تمام طلبہ کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کریں اور ظلم و زیادتی سے احتیاط کریں۔

⑨ اگر حلقے میں کوئی نیا طالبِ علم داخل ہو تو اس کے ساتھ محبت بھرا برتاؤ کریں اور اسے اپنا محبوب بنائیں اور حلقے میں رہنے پر ترغیب دیں۔

⑩ چھٹی کے وقت جب درس گاہ یا حلقے سے جانے کے لیے کھڑا ہو تو کفارۂ مجلس کی وہ دعا پڑھے جسے حضرت امام ابو داؤدؒ نے حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے

روایت کی، وہ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو سب سے اخیر میں یہ کہتے تھے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوْبُ إِلَيْكَ. (سنن ابی داود، کتاب الادب)

ترجمہ: اے اللہ! تیری ذات پاک ہے، میں تیری حمد بیان کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور تجھ ہی سے توبہ کرتا ہوں۔

(۱۱) اگر ان میں سے بعض طلبہ زیادہ پڑھتے ہوں اور کثرت سے محنت کرتے ہوں یا باادب وسلیقہ شعار ہوں تو ان کے اکرام اور ان کی ترجیح کا سبب بتادیں اور یہ بات بھی واضح کردیں کہ مذکورہ اسباب کی بنا پر ان کا زیادہ اکرام کیا جاتا ہے، تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں؛ اس لیے کہ ایسا کرنے سے دوسرے طلبہ محنت واجتہاد پر آمادہ ہوں گے اور ان کے اندر مذکورہ بالا صفات سے متصف ہونے کا شوق پیدا ہوگا۔

سزا کے متعلق حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کے مکتوبات

مکتوب (۱): آج ذرا سی اور معمولی بات پر طلبہ کی سخت پٹائی ہوتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمن قبضہ میں آگیا ہے جس سے جی بھر کر انتقام لینا ہے۔

حضرت حکیم الامت نوّر اللہ مرقدہ نے تو سبق یاد نہ ہونے پر بھی استاذ کے مارنے کو منع فرمایا ہے؛ چنانچہ خانقاہ میں سخت تاکید تھی کہ کوئی استاذ طالبِ علم کو نہ مارے، اس کی اطلاع تعلیم کے ذمہ دار کو دی جائے، وہ مناسب سزا تجویز کرے گا، استاذ کی

طرف سے طالبِ علم کے دل میں اگر تکدّر رہ گیا تو پھر اس کو فیض نہیں ہو سکتا۔

نیز بسا اوقات جو کچھ یاد ہوتا ہے مارنے کے خوف کی وجہ سے بھول جاتا ہے، بعض اساتذہ تو چہرہ پر مارنے سے بھی اجتناب نہیں کرتے؛ حالاں کہ حدیث پاک میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

یہ مارنے والے اس پر غور کریں کہ ہم اپنے بارے میں کیا چاہتے تھے؟ کیا طالبِ علمی کے زمانہ میں ہماری بھی خواہش رہی ہے کہ روزانہ بدن پر چھڑیاں اور قمچیاں لگائی جائیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر شاگرد کے لیے کیوں پسند کیا جا رہا ہے؟ حدیث پاک میں آیا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ.

تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے اندر یہ بات نہ ہو کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

مکتوب ②: میں نے کل اطلاع کی تھی اور درجۂ پرائمری اور حفظ کے مدرسین نے اس پر دستخط بھی کیے؛ لیکن اس پر بالکل عمل نہیں کیا اور آج پھر طلبہ کو مارا گیا۔

اچھی طرح آپ اس کو ذہن نشیں کر لیں کہ میں بالکل بھی آپ حضرات کو مارنے کی اجازت نہیں دیتا، آپ حضرات کی مار حد سے تجاوز کرتی جا رہی ہے، میں آج سے یہ شکایت نہ سنوں، اس کو آپ لوگ پھر سے پڑھ لیں اور اس پر عمل کریں۔ کیا شفقت کے ساتھ نہیں پڑھایا جا سکتا؟ آپ بھی پڑھتے رہے ہیں، آپ لوگوں کو کتنا مارا گیا؟ اور کیا آپ اس کو پسند کرتے رہے ہیں؟ بار بار کہنے پر بھی آپ لوگ اثر نہیں لیتے، لڑکے

خاک یاد کریں گے جب آپ لوگوں کے پاس جاتے ہوئے اس طرح ڈریں گے جیسے شیر کے سامنے بکری؟ استاذ کے اندر باپ جیسی شفقت ہونی چاہیے، بڑے تعجب کی بات ہے کہ کل ہی دستخط کیے اور ایک دن بھی عمل نہ کیا۔

مکتوب③: عزیزم مولوی...... مارنے میں خیال رکھنا چاہیے، طالبِ علم کو تنبیہ کی جائے، زیادہ مارنا مفید نہیں، اپنے لیے جو پسند ہو دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرے، حضرت تھانویؒ اور بزرگوں نے بہت سختی سے منع کیا ہے۔

طالبِ علم پر شفقت کرنی چاہیے اور اپنی اولاد کی طرح سمجھنا چاہیے، اس سے کینہ اور بغض نہیں رکھنا چاہیے، مجھے عام طور پر مدرسین کی یہی شکایت ملتی ہے کہ بغض رکھتے ہیں، جس کے پیچھے یہ لوگ پڑتے ہیں بری طرح پڑتے ہیں۔

ایک وقت تنبیہ کی، دوسرے وقت شفقت اور پیار سے اس کو بلا کر سمجھا دیا، درجۂ حفظ کے اکثر مدرسین طلبہ پر بہت سختی کرتے ہیں، اسی وجہ سے لڑکے درجے سے بھاگتے ہیں۔

لڑکوں سے سزا دلوانا انتہائی غلط طریقہ

بعض صاحبان کا دستور ہے کہ لڑکوں سے دوسرے لڑکوں کے چپت لگواتے ہیں؛ مگر میں اس سے منع کرتا ہوں (یہ انتہائی غلط طریقہ ہے) اس سے آپس میں عداوت ہوجاتی ہے۔ (حضرت تھانویؒ)

تربیت کا نظام

اسلام میں بچوں کی تعلیم و تربیت اور تادیب کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: تم اپنے بچوں کو سب سے پہلے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' سکھاؤ اور موت کے وقت بھی ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کی تلقین کرو۔

حضراتِ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا پسندیدہ معمول تھا کہ جب بچہ بولنے لگتا تو اس کو سات بار ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' پڑھاتے تھے۔

استاذ کے پاس پڑھنے والے طلبہ روحانی فرزند ہیں؛ لہٰذا ایک استاذ کی ذمّے داری ہے کہ طلبہ کی تعلیم و تربیت میں بھرپور محنت کرے۔

ہر استاذ و معلم اپنے شاگردوں کے لیے مقتدیٰ و پیشوا ہوتا ہے، ان کے مستقبل کی تعمیر میں معلم اپنا نمایاں کردار ادا کرتا ہے، وہ طلبہ کی تعلیم و تربیت کے باب میں خشتِ اول اور سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

استاذ کے فرضِ منصبی میں یہ بھی داخل ہے کہ درس گاہ میں اور درس گاہ سے باہر بھی حتی الامکان طلبہ پر نگاہ رکھے اور دیکھے کہ وہ علم و عمل میں آگے بڑھ رہے ہیں یا نہیں؟ نیز جہاں تک ممکن ہو ان کی اخلاقی حالت کا بھی خیال رکھے، اور ان کے حالات معلوم

کرتا رہے کہ وہ درسگاہ سے باہر کیسے رہتے ہیں؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خبر گیری فرماتے تھے، اگر کسی کو نہ پاتے تو پوچھتے: فلاں کیوں نہیں آئے؟ اور اگر معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے تو آپ بیمار پرسی کے لیے تشریف لے جاتے۔

تربیت کے لیے چند سفارشات

(۱) معلم طلبہ کو بدخلقی و بدکرداری سے روکے اور لوگوں کے ساتھ ادب وسلیقہ سے پیش آنے پر ابھارے، انھیں سبھی چھوٹے بڑے اور ہم عمر لوگوں کے ساتھ اخلاق سے رہنے پر آمادہ کرے، برے اور غلط کام کرنے اور گناہوں کے ارتکاب کرنے سے منع کرے۔

(۲) معلم خود اپنے پاس پڑھنے والے طلبہ کے اخلاقی حالات کا جائزہ لیتا رہے، اگر کسی طالبِ علم کو کوئی نامناسب حرکت، مکروہ یا حرام فعل یا کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرتا دیکھے جو اس کے بگاڑ کا ذریعہ بنے یا اس کے حفظ چھوڑنے کا باعث بنے یا پھر استاذ یا کسی دوسرے کے ساتھ بے ادبی اور بدخلقی کا سبب بنے، یا اسے لایعنی باتوں میں مصروف دیکھے، یا پھر کسی ایسے طالبِ علم یا دوسرے کے ساتھ دوستی وہم نشینی کرتا دیکھے جو اس کے لیے موزوں ومناسب نہ ہو؛ بلکہ باعثِ نقصان وضرر ہو تو معلم اس کی موجودگی میں سب طلبہ کے سامنے اس کا نام لیے بغیر مبہم انداز میں نکیر کرے کہ نہ اس سے تعریض ہو اور نہ ہی اس کی تعیین۔

اور اگر اس سے وہ باز نہ آئے تو تنہائی میں اشارے کنائے سے سمجھائے، پھر

بھی باز نہ آئے تو اس کی برملا روک ٹوک کرے اور حسبِ حال سختی کرے؛ تاکہ اس کے ساتھ دوسرے بھی اس طرح کی حرکت کے ارتکاب سے گریز کریں، نیز ہر ایک کو اس سے ادب اور شائستگی کا درس ملے۔

مذکورہ بالا تمام طریقوں کے استعمال کے باوجود اگر وہ اپنی عادت وحرکت سے باز نہ آئے تو اس کے سدھرنے تک درس گاہ سے نکال دینے اور اس سے اعراض کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ بالخصوص جب اس کے دوسرے ہم سبق رفقا کا اس کے رنگ میں رنگ جانے کا خوف ہو، اردو میں مثل ہے:

''خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔''

(۳) معلم طلبہ کے آپسی معاملات اور ان کی رہن سہن کی نگرانی کرے کہ:

آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں؟

خوش مزاجی اور سلیقہ کے ساتھ ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہیں؟

باہم الفت ومحبت اور پیار سے رہتے ہیں؟

حفظ کرنے یا پڑھنے کے حوالے سے ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں؟

نیز لوگوں کے حقوق کے حوالے سے انھیں دنیوی مفادات کی بھی تعلیم دے؛ تاکہ دونوں صورتوں میں ان کے کمالات وخوبیوں کی تکمیل ہو سکے۔

طالبِ علم کا لوگوں کے ساتھ ادب اور رحم دلی سے پیش آنا اور خوش خلق وصاف دل ہونا ضروری ہے۔

اس عادت کی تربیت کے لیے چند امور حسبِ ذیل ہیں:

① طالبِ علم اچھا سلوک استاذ کے اچھے برتاؤ سے سیکھتے ہیں؛ اس لیے جو اخلاق وخوبیاں بچوں کو سکھلانا چاہتے ہیں وہ اپنی ذات میں پیدا کریں۔

② بچوں کی طبیعت اور اوصاف سے واقفیت پیدا کریں۔

③ اس بات کی کوشش کریں کہ طالبِ علم برے آدمیوں کی صحبت میں نہ بیٹھے۔

④ ہمیشہ سچ بولیں، گندے الفاظ زبان پر نہ لائیں۔

⑤ طالبِ علم اپنے ساتھیوں کو دھوکہ نہ دے اور نہ کسی برے نام سے اپنے ساتھیوں کو پکارے۔

⑥ طلبہ مدرسہ کے اندر اور باہر بڑے بزرگوں اور اساتذہ کو سلام کریں اور ان کا ادب ملحوظ رکھیں۔

⑦ وقتاً فوقتاً نصیحت کرتے رہیں۔

سچائی کی عادت ڈالیں

سچائی کی عادت ڈالنے کے لیے چند سفارشات حسبِ ذیل ہیں:

① بچے عموماً سچ بولنا تقلید سے سیکھا کرتے ہیں؛ اس لیے ضروری ہے کہ ہمارے افعال ہمارے اقوال کے مطابق ہوں۔

② ہمارا نظم ایسا ہو جس میں جھوٹ بولنے کی ذرا بھی گنجائش نہ ہو۔

③ جب کوئی طالبِ علم جھوٹ بولے تو اول اس کا سبب معلوم کریں، یوں مناسب طریقہ سے اس کی اصلاح کریں۔

④ کسی بچے کے جھوٹ بولنے پر پہلے تعجب ظاہر کریں، پھر مناسب فہمائش سے کام لیں۔

⑤ جھوٹ بولنے والا طالبِ علم توبہ کرلے تو اسے معاف کردیں۔

⑥ سچ بولنے والے طالبِ علم پر ہمیشہ اعتبار کریں۔

طلبہ میں صفائی کی عادت ڈالیں

صفائی کی عادت ڈالنے کے لیے حسبِ ذیل چند باتوں کا خیال رکھیں:

① شروع ہی سے بچوں میں ایسی عادتیں ڈالیں کہ وہ بال، بدن، کپڑے کتابیں وغیرہ صاف رکھیں۔

② صفائی کے لیے نہانے کا اہتمام کریں۔

③ مدرسہ کے اندر نہ تھوکیں، نہ ناک صاف کریں۔

④ غلیظ باتوں سے پرہیز کریں۔

⑤ کمرہ اور درس گاہ کو صاف ستھرا رکھیں اور سامانِ مدرسہ کو ترتیب وار سلیقے سے لگائیں؛ تاکہ اچھا معلوم ہو۔

⑥ ہمارا اپنا لباس بھی صاف ستھرا ہونا چاہیے۔

⑦ جو طالبِ علم ایسی میلی حالت میں آئے کہ اس سے دوسروں کو تکلیف ہو تو اسے واپس گھر یا کمرے میں بھیج دیں اور کہیں کہ: صاف کپڑے پہن کر آئے۔

حفظِ قرآن کی آسانی کے اسباب

① نیت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خاص کرنا۔

② اللہ تعالیٰ سے دعا میں خوب اصرار کرنا۔

③ استغفار کو لازم پکڑنا اور گناہوں سے پرہیز کرنا۔

④ صبر سے کام لے کر حفظِ قرآن کے عزم کو بے انتہا مضبوط رکھنا۔

⑤ حفظِ قرآن کے لیے متعیّن وقت مقرر کرنا۔

⑥ دنیوی امور کی مصروفیات کو کم کرنا۔

⑦ حفظِ قرآن کی آسانی کے لیے ہر روز خاص اذکار کی پابندی کرنا۔

⑧ سبق ناغہ نہ کرنا، ہر روز اس کو یاد کرنا۔

⑨ تہجد کے وقت قرآنِ پاک کو یاد کرنا اور اس عمل پر مواظبت اختیار کرنا۔

⑩ اہلِ قرآن کی صحبت اور عالمِ حاذق کے سامنے قرآن کی تلاوت کرنا۔

⑪ زائد اوقات میں زیادہ تر تلاوت کرنا۔

⑫ قرآنِ پاک کے حفظ شدہ حصّے کو فرض اور نفل نمازوں میں پڑھنے کی پابندی کرنا۔

⑬ حفظ شدہ حصے کا دور لے کر مسلسل پڑھتے رہنا۔

⑭ مسجد اور علم کی مجلسوں کو لازم پکڑنا۔

⑮ فضائل والی سورتوں کو حفظ یاد کرنا۔

⑯ طالبِ علم اپنے ذوق کے مطابق قرآنِ کریم کو جہراً یا سرّاً پڑھے۔

⑰ غلطیوں کو قلم بند کر کے اصلاح کرنا۔

⑱ قرآنِ پاک کے حفظ شدہ حصے پر عمل کرنے کی کوشش کرنا۔

⑲ آیتوں کا شانِ نزول اور ان کی تفسیر وتشریح جاننے کی کوشش کرنا۔

⑳ حفّاظِ قرآن کے آداب کو لازم پکڑنا اور ان پر دائمی عمل کرنا۔

㉑ قرآنِ کریم لوگوں کو پڑھانے اور سکھانے کی نیت کرنا۔

㉒ نحو، صرف اور اعراب کے قواعد جاننے کی کوشش کرنا۔

㉓ اپنے وقت کو غنیمت جان کر اس کو ضائع نہ کرنا۔

㉔ حفاظ اور علما کی سوانح کا مطالعہ کرنا۔

㉕ مناسب یہ ہے کہ چھوٹی سورتوں کو پہلے یاد کیا جائے جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ پورا قرآن یاد کرنے میں آسانی ہوگی، چھوٹی سورتوں میں جیسے پارۂ عمّ اور پارہ تبارک ہے، یا یہ بات بھی بہتر ہے کہ ان سورتوں کو پہلے یاد کیا جائے جو بکثرت سننے میں آئے جیسے: سورۃ یٰسٓ، الواقعة، الكهف، الملك، السجدة وغیرہ۔

㉖ علما اور صلحا سے حفظِ قرآن کی آسانی کے لیے دعا کی درخواست کرنا۔

㉗ ان وسائل کا اختیار کرنا جن سے قرآنِ کریم کو حفظ یاد کرنا آسان ہو جائے اور رغبت پیدا ہو، جیسے: مسابقات میں حصّہ لینا، مراتبِ قراءت؛ یعنی ترتیل، حدر، اور تدویر میں پڑھنا وغیرہ۔

❁❁❁

مدرسین کے لیے قابلِ لحاظ امور

موبائل فون

آج کل سب سے بڑی مصیبت موبائل فون اور اس کا غلط استعمال ہے، اس نے مدرسین کی تمام صلاحیتوں کو سلب کر رکھا ہے، تعلیم کے وقت اس کا مدرس کے پاس ہونا اور اس کا استعمال کرنا نہایت مضر ہے۔

ظاہر ہے کہ ایک مدرس اگر چار پانچ آدمیوں سے موبائل پر گفتگو کرتا ہے اس کا مطلب وہ چار پانچ آدمیوں کے ساتھ درس گاہ میں آتا ہے، ظاہری بات ہے کہ جس طرح روزانہ چار پانچ آدمیوں کا درس گاہ میں آنا اور استاذ کا ان کے ساتھ گفتگو کرنا تعلیم میں نقصان کا باعث ہے اسی طرح فون پر گفتگو تعلیم میں نقصان کا باعث ہے۔

بعض مدرسین کے متعلق تو یہ شکایت بھی موصول ہوئی کہ بچوں کو تو تعلیم میں مشغول کر دیا؛ لیکن خود فون میں ہمہ تن مشغول ہے، اس وقت موبائل میں موجود دیگر خرافات کا بھی استعمال ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ استاذ جسمانی اعتبار سے درس گاہ میں ہے؛ لیکن دماغی اعتبار سے درس گاہ میں حاضر نہیں ہے، بتایئے! کہ اس درس گاہ میں تعلیمی ترقی کیسے ہوگی؟ کیا اللہ کی ایک عظیم نعمت تدریسِ قرآن وخدمتِ قرآن کی یہ ناقدری نہیں ہے؟

غیر متعلقہ سرگرمیاں

تعلیمی گراوٹ کی ایک اہم وجہ آج کل یہ بھی ہے کہ درس گاہ میں مدرس کی اکثر

سرگرمیاں تعلیم سے ہٹ کر ہوتی ہے۔

احقر نے دیکھا ہے کہ جب اسٹاک مارکیٹ ۹ ؍بجے کھلتا ہے تو بعض درجاتِ حفظ کے مدرسین موبائل فون پر شیرز کی قیمت معلوم کرتے ہیں اور حسبِ موقع خرید و فروخت کرتے رہتے ہیں۔

بعض مدرسین کا تدریس کے علاوہ کاروبار بھی ہوتا ہے، ان کو درس گاہ میں دوسروں سے کاروبار کے متعلق فون پر گفتگو کرتے ہوئے دیکھا ہے، خاص کر کے آج کل مکاتب میں شعبۂ حفظ کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے، جس میں بعض مدرسین اسی گاؤں کے ہیں جن کا تدریس کے علاوہ کاروبار یا زراعت سے تعلق ہے، ان میں سے اکثر کو تعلیمِ قرآن کے علاوہ دیگر سرگرمیوں میں مشغول ہونے کی شکایت ذمّے داروں سے سننے کو ملی۔ بعض مکتب میں ایسے واقعات سننے میں آئے جس کے بیان کرنے کی ناکارہ میں ہمت نہیں۔

کیا ہم ہمارے اسلاف کے نقشِ قدم پر ہیں؟

کیا ہم ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ① الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ② وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ③﴾ کی وعید میں شامل نہیں ہیں؟

کیا ہم کو ﴿اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ⑭﴾ والی آیت کا استحضار نہیں ہے؟

کیا ہمارا ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ⑳⑷﴾ پر عمل ہو رہا ہے؟

طلبہ سے خدمت لینا

طالبِ علم کی سعادت تو یہ ہے کہ وہ اپنے استاذ کی خدمت کرے؛ لیکن اساتذہ کو اس باب میں احتیاط کرنی چاہیے اور بغیر کسی مجبوری کے اپنا ذاتی کام اس سے نہ لیں، اگر مجبوری کے سبب سے کوئی خدمت لینی پڑے تو کسی طرح اس کی تلافی کردیں؛ نیز اس کا لحاظ رکھیں کہ اس قسم کا کام اس سے نہ لیں جسے وہ نہ کرسکے، یا اس میں اس کی تعلیم کا نقصان ہوتا ہو؛ اس لیے کہ جس مقصد کے لیے اس نے اپنا وطن چھوڑا ہے جب اس میں حرج ہوگا تو بددلی پیدا ہوگی۔

امام بخاریؒ بھی اپنا کام خود کرتے تھے، جب انھوں نے شہر بخارا کے باہر ایک مہمان خانہ بنوایا تو اس کی تعمیر کے وقت خود بھی مزدوروں کے ساتھ کام کرتے تھے، ایک شاگرد نے ایک روز عرض کیا کہ: آپ کو اس محنت کی کیا ضرورت ہے؟ ہم لوگ موجود ہیں۔

اس کے جواب میں امام بخاریؒ نے فرمایا:

هٰذا الذي ينفعني. (یہ میرے لیے نافع ہے۔)

ہمارے اکابر میں سے حضرت شیخ الہندؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت اپنے کپڑے خود دھویا کرتے تھے۔

حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ: بعض اساتذہ بچوں پر دوسری طرح ظلم کرتے ہیں، وہ یہ کہ ان سے اپنے گھر کی خدمت لیتے ہیں، کہیں پانی بھرواتے ہیں، کبھی آٹا پسواتے ہیں، کبھی مٹی اٹھواتے ہیں، یاد رکھو! والدین کی اجازت کے بغیر نابالغ

بچوں سے ایسی خدمت لینا جائز نہیں۔

بعضے اساتذہ یہ کرتے ہیں کہ گرمیوں کی دوپہر میں خود تو سوتے رہتے ہیں اور بچوں سے پنکھا جھلواتے ہیں، یہ کتنا بڑا ظلم ہے؟ آخر جس طرح تم کو نیند آتی ہے ان کو بھی تو آتی ہے۔

ہمارے یہاں مدرسے میں ایک حافظ صاحب تھے، ایک روز انھوں نے دو لڑکوں کو چکی پر آٹا لینے کو بھیجا، وہ سر پر لاد کر لائے، میں نے کہا: حافظ صاحب! یہ بہت بے جا بات ہے، اگر آپ کے بچے ہوتے تو کیا ان سے بھی بوجھ اٹھواتے؟ ذرا انصاف کیجیے! شاگرد کو اپنے بچے سے کم درجہ کا نہ سمجھنا چاہیے، مولوی بس ہدایہ پڑھاتے وقت تو فقیہ ہوتے ہیں؛ مگر عمل میں ان کو بھی احتیاط نہیں ہوتی۔

بعضے میاں جی دوسروں کا کام بھی بچوں سے لیتے ہیں، مثلاً کوئی مرگیا تو اس کا تیجا بچوں سے پڑھواتے ہیں اور بعضے میت کے گھروں پر بھی بھیج دیتے ہیں، کانپور میں بھی یہ رواج تھا کہ بچوں کو تیجے کے لیے لے جاتے تھے، میں نے روک دیا کہ: بچے مدرسے میں تیجے کے واسطے نہیں آتے؛ بلکہ نتیجہ کے واسطے آتے ہیں، یہاں سے اس کام کے لیے کوئی نہیں جائے، تب یہ سلسلہ بند ہوا۔ (حضرت تھانویؒ)

امردوں سے خدمت لینے اور خلوت میں ہونے سے احتیاط رکھیں

اگر کسی مجبوری کی وجہ سے طالبِ علم سے خدمت لینی ہو تو بدنی خدمت میں

امرد (حسین بے ریش لڑکوں) سے بالکل اجتناب کریں اور ان سے ہرگز اختلاط نہ رکھیں، سبق کے وقت بھی اپنے سامنے نہ بٹھائیں۔

آج کل طرح طرح کے فتنے اس قسم کے طلبہ سے اختلاط ہی کی بدولت رونما ہوتے ہیں، مصنف ''رحمۃ المتعلمین'' تحریر فرماتے ہیں کہ: خلوت نہ کرے (یعنی تنہائی میں نہ ہو) اور جلوت میں بھی ضرورت سے زیادہ وہ بات چیت نہ کرے، نہ ان کی طرف قصداً دیکھے، نہ ان کی بات نفس کے تقاضے سے سنے؛ کیوں کہ امرد پرستی کا مرض اس طرح سے پیدا ہوتا ہے کہ پہلے بالکل پتہ نہیں چلتا اور جب جڑ مضبوط ہوجاتی ہے تب پتہ چلتا ہے اور اس وقت کنارہ کشی دشوار ہوتی ہے۔

اپنی پاک دامنی پر ناز نہ کریں کہ میں بھلا اس مرض میں کہاں مبتلا ہوسکتا ہوں؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ.

ترجمہ: میں اپنے نفس کو پاک اور بری نہیں بتلاتا؛ کیوں کہ نفس تو ہر ایک کا بُری ہی بات بتلاتا ہے۔

اکابر کا احتیاط

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ نے امام محمدؒ پر۔ جب تک وہ امرد تھے؛ یعنی ڈاڑھی نہیں نکلی تھی اس وقت تک۔ نظر نہیں ڈالی۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ: میں دنیا میں سوائے نفس کے اور کسی سے نہیں ڈرتا، یہ شیطان کا مقولہ ہے کہ اگر جنید بغدادی جیسا مرد اور رابعہ بصریہ

جیسی عورت خلوت میں ہو جائیں تو میں دونوں کے اندر برے خیالات پیدا کر کے دونوں کا منہ کالا کر دوں۔

خلوت بالامرد (یعنی حسین لڑکوں کے ساتھ تنہائی میں ہونا) تو اس سے زیادہ خطرناک ہے، اس سے لواطت جیسی خباثت کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

شاگردوں سے فرمائش کر کے کوئی چیز لینا اور کھانا

ایک طبقہ اور ہے جو بچوں کے جان و مال پر ظلم کرتا ہے، ان سے آئے دن فرمائش کرتے ہیں، کبھی پاؤں دبواتے ہیں، کبھی پنکھا جھلواتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ: اب کی بار جب آنا تو انگور لانا، بعضے گھوڑے کے لیے گھاس منگواتے ہیں اور ایسی خدمتیں لیتے ہیں جو اکثر ان پر بار ہوتی ہیں۔

یاد رکھو! یہ بھی جائز نہیں، کیسا ہی مخلص مرید (یا شاگرد) ہو از خود اس سے فرمائش نہ کرنی چاہیے، ہاں! کسی سے بہت ہی بے تکلفی ہو، جہاں بار ہونے کا مطلق احتمال نہ ہو (بلکہ اس کو خوشی ہو تو کبھی) اس سے کوئی بہت ہلکی فرمائش کرنے میں مضائقہ نہیں؛ مگر ایسے مخلص ہزار میں ایک دو ہی ہوتے ہیں، عام طور پر حالت یہی ہے کہ لوگوں کو فرمائش سے گرانی ہوتی ہے؛ بلکہ ہر وقت جن کی فرمائش نہیں کی جاتی اس میں بھی خلوص و محبت کی رعایت سخت ضروری ہے، ہر وقت ہدیہ قبول کرنے کو تیار نہ بیٹھے رہا کریں۔ (حضرت تھانویؒ، ماخوذ از التبلیغ)

درجاتِ حفظ کے اساتذہ کے لیے ہدایتی خطوط

از: عارف باللہ قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ

مکتوب: (۱)

درجۂ حفظ وناظرہ کے تمام مدرسین حضرات سے گذارش ہے کہ امورِ ذیل کا لحاظ رکھیں:

(۱) میں کاغذ بھیج رہا ہوں، اس کی ایک کاپی گشتی کے طور پر بنائیں، اس میں ہر لڑکے کی کیفیت روزانہ کی درج کر کے مجھ کو اور میری غیر موجودگی میں جو قائم مقام ہوں ان کے پاس بھیج دیا کریں۔

(۲) اوابین میں اپنے اپنے درجہ کے لڑکوں کی اچھی طرح نگرانی رکھیں کہ کس نے کتنا پڑھا؟ اور کون حاضر ہے اور کون غیر حاضر؟ بہت لڑکے اس میں غیر حاضری کرتے ہیں، طلبہ کو یہ تاکید کریں کہ (اوّابین میں) نصف پارہ سے کم نہ پڑھا کریں جس میں کم از کم پندرہ منٹ صرف ہوں گے، لڑکے پانچ منٹ میں پڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں، پندرہ منٹ آپ لوگ بھی پڑھ لیں گے تو کوئی نقصان نہیں۔

(۳) اسباق میں اس کا لحاظ رکھیں کہ جو لڑکا جس قدر یاد کر سکے اتنا ہی سبق دیا جائے، دو سبق سنے بغیر (آگے) سبق نہ دیا جائے۔

مکتوب: (۲)

تمام مدرسین سے گذارش ہے کہ ناشتہ کی گھنٹی کے بعد فوراً ہی اپنے درجے میں پہنچنے کی کوشش کریں، وقت پر نہ پہنچنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ طلبہ بھی ادھر ادھر پھرتے رہتے

ہیں اور تعلیم کا بہت نقصان ہوتا ہے، تعلیم کا وقت بہت کم ہے اس کا لحاظ رکھنا چاہیے، خصوصاً پرائمری اور حفظ کے درجات کے لڑکے بہت دیر میں پہنچتے ہیں؛ اس لیے آخری گھنٹی جو چھٹی کی ہوتی ہے تاخیر سے بجائی جائے؛ تاکہ کام پورا ہوجائے۔

مکتوب: (۳)

تمام مدرسین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تعلیم کے اوقات کی پابندی کریں، اکثر مدرسین اس کا لحاظ نہیں کرتے، صبح وشام دونوں وقت کافی دیر میں آتے ہیں، درمیانِ تعلیم بھی اپنے کام سے گھر چلے جاتے ہیں، اس میں بہت نقصان ہوتا ہے، مدرسہ کے نقصان کو بھی اپنے ذاتی نقصان کی طرح سمجھنا چاہیے، مجھے اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

مکتوب: (۴)

درجۂ حفظ اور پرائمری کے مدرسین بھی طلبہ کو اچھی طرح یاد کرائیں، درجہ میں لڑکے کھیلتے رہتے ہیں ان پر توجہ نہیں کی جاتی، تعلیم کے اوقات میں ایک دوسرے سے بیٹھ کر باتیں نہ کیا کریں، طلبہ پر بُرا اثر پڑتا ہے، یوں بھی دیانت کے خلاف ہے۔

مکتوب: (۵)

حضرت مدظلہ کا معمول ہے کہ طلبہ کی نگرانی کے علاوہ اساتذہ کی بھی نگرانی فرماتے رہتے ہیں کہ آیا وہ مستعدی سے اپنے کام میں مصروف ہیں یا کوتاہی کا شکار ہیں؟ طلبہ کی تعلیم وتربیت کے لیے مدرسہ کے اوقات کے علاوہ بھی کچھ انتظام تعلیم وتصحیح قرآن پاک کا کیا گیا ہے۔ اوابین کی پابندی اور جمعہ کے دن بھی دو گھنٹہ تعلیم لازمی قرار دی گئی

ہے؛ تاکہ طلبہ کا پورا دن برباد نہ ہو جائے، بعد مغرب اساتذہ کی نگرانی خصوصاً جمعرات کے دن لازمی قرار دیا گیا ہے اور طلبہ جمعرات کو بعد مغرب بھی پڑھتے ہیں۔

مکتوب:⑥

تمام درجاتِ حفظ اور ناظرہ کے مدرسین سے گذارش ہے کہ الحمد للہ! ان درجات میں جتنے طلبہ یہاں رہتے ہیں اتنے شاید ہی ہندوستان کے کسی مدرسہ میں ہوں؛ لیکن چند مدرسین کے علاوہ ان درجات میں بہت سست کام کر رہے ہیں، جیسی محنت ہونی چاہیے وہ نہیں ہوتی؛ اس لیے درخواست ہے کہ آئندہ سال یعنی ماہِ شوال میں مدرسہ کھلنے کے بعد سے ان درجات کے تمام مدرسین مغرب کے بعد سے عشا تک اپنی نگرانی میں اپنے اپنے درجات کے لڑکوں کو پڑھنے میں پابند کریں اور حاضری لیا کریں، جو لڑکا کمزور ہے اس وقت اس کا سن لیا کریں، دن میں جس نے نہ سنایا ہو اس وقت اس کا سنا کریں، اس کا ہر ایک مدرس کو معاوضہ دیا جائے گا۔

میں بہت پریشان ہو کر اور ہر تدبیر سے عاجز ہونے کے بعد یہ تحریر کر رہا ہوں، جو مدرس اس کی پابندی نہ کر سکے اس کو تعلیمی کام میں مدرسہ نہ رکھ سکے گا، اگر گنجائش ہوئی تو کوئی دوسرا کام سپرد کر دیا جائے گا؛ ورنہ مجبوری ہے۔

مکتوب:⑦

درجاتِ حفظ و ناظرہ کے تمام مدرسین سے درخواست ہے کہ مغرب کے بعد اوابین سے فراغت کے بعد کھانے سے جلد فارغ ہو کر عشا کی اذان تک اپنے اپنے درجے کے لڑکوں کی نگرانی کیا کریں، حاضری کے اعتبار سے ہر شخص کو مبلغ پچاس روپیہ

ماہوار پیش کیا جائے گا، اس کی پابندی کریں۔

تعلیم کا معیار بہت کمزور ہوتا جارہا ہے، آپ حضرات اس کی فکر کریں، ربیع الاول کی آج پہلی تاریخ ہے، آج ہی سے دستخط شروع کردیجیے۔

مکتوب: ⑧

تمام مدرسین درجاتِ حفظ وناظرہ سے گذارش ہے کہ سب حضرات علاوہ حکیم صاحب (درجۂ حفظ کے معمر استاذ تھے جو پیروں سے معذور تھے) کے صبح بعد فجر اور مغرب سے عشا تک اپنے اپنے درجہ کے لڑکوں کو لے کر بیٹھا کریں، ان کی نگرانی کریں اور دن میں جو کام نہ ہوا ہو اس کو پورا کریں، کمزور لڑکوں کو یاد کرائیں، اس کا معاوضہ دیا جائے گا، تعلیم کا بہت نقصان ہورہا ہے۔

مکتوب: ⑨

① ناظرہ کے تمام مدرسین سے گذارش ہے کہ پہلی گھنٹی ہونے کے بعد ہی احقر کے پاس آکر قرآنِ پاک کی مشق تجوید کے ساتھ کرلیا کریں اور اسی کے مطابق لڑکوں کو پڑھائیں، ناظرہ کے لڑکے بہت غلط قرآن پڑھتے ہیں۔

② بعد مغرب آکر اپنے اپنے درجہ کے لڑکوں کو یاد کرادیا کریں اس کے بعد تشریف لے جائیں، پورے وقت بیٹھنے کی پابندی نہیں ہے؛ لیکن ان کا سننا اور یاد کرانا ضروری ہے، آپ لوگ خود خیال کریں، میں اتنے لڑکوں کا کس طرح سن سکتا ہوں؟ سننا تو درکنار نگرانی تک نہیں کرسکتا۔

دنیوی تعلیم کے ساتھ حفظِ قرآن

دنیوی تعلیم کے ساتھ حفظِ قرآن کا سلسلہ بھی الحمد للہ ! ہر جگہ جاری ہے، ہمارے گجرات میں بہت سے ایسے ادارے ہیں جن میں دینی اور دنیوی دونوں تعلیم کا نظم ہے، مثلاً دارالاحسان نواپورا اور دارالیتامیٰ بھروچ، نیز ''بچوں کا گھر'' کے نام سے بہت سے ادارے ہیں جہاں بچوں کے لیے دونوں تعلیم کا نظم ہے۔

ان اداروں میں دونوں تعلیم کے لیے نظام اور ماحول بنا ہوا ہے اور دینی تعلیم یا حفظ کے لیے مناسب اوقات بھی متعین ہیں؛ اس لیے وہاں شعبۂ حفظ کامیاب ہے۔

مکاتب میں درجاتِ حفظ کا نظام

شہروں اور دیہاتوں میں مکاتب اور مساجد میں بنیادی تعلیم کے ساتھ حفظِ قرآن کا سلسلہ بھی جاری ہے؛ لیکن یہ ایک مشکل کام ہے، گھر کا ماحول، دوستوں کی صحبت اور دیگر ایسے بہت سے اسباب ہیں جن کی بنیاد پر یکسوئی حاصل نہیں ہوتی، جو حفظ کے لیے نہایت ضروری ہے۔

نیز وقت کی قلت کا بھی ایک بہت بڑا مسئلہ درپیش ہے، شعبۂ حفظ کے لیے کم از کم تین سے چار گھنٹے کا وقت درکار ہے، جس میں بچہ سبق و آموختہ یاد کر کے سنا سکے، شہروں میں عام طور پر بچے صبح اسکول جاتے ہیں اور ظہر سے عصر ڈیڑھ سے دو گھنٹے بمشکل مدرسہ کے لیے نکال پاتے ہیں، پھر ٹیوشن کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، رات کو سبق یاد کرنے کا بھی وقت باقی نہیں رہتا۔

نیز ہر بچہ تینوں کام (اسکول، ٹیوشن اور حفظ) کا متحمل نہیں ہوتا اور مزید براں مدرسہ کا وقت بھی متعین، استاذِ محترم متعین اوقات کے علاوہ کوئی زائد وقت بچوں کو دینے کے لیے تیار نہیں، بعض اساتذہ مدرسہ اگر فجر کے ایک گھنٹے بعد شروع ہوتا ہے تو اسی وقت درس گاہ میں حاضر ہوتے ہیں؛ اس لیے ایسے مکاتب کے اساتذہ سے ایک درخواست ہے کہ اپنے خارجی اوقات میں اسباق اور آموختہ سنانے کا بچوں کو موقع دیں، صبح اسکول جانے والے بچے فجر کی نماز سے پہلے سبق سنا دیں پھر اسکول جائیں؛ تاکہ دوپہر میں سبق پارہ اور آموختہ سنانا آسان ہو جائے۔

ہمارے ایک دوست مولانا عبداللہ صاحب ڈڈھالوی کو میں نے دیکھا کہ وہ ہر وقت بچوں کے لیے فارغ رہتے ہیں، فجر سے پہلے، فجر بعد متصلاً، بعد العصر، بعد العشا ہر وقت بچوں کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے شاگرد مولانا سعید دیوا اور ان کے رفقا کو بھی دیکھا کہ تہجد کے وقت سے ہی مدرسہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

ہمارے ایک اور ساتھی، نورانی مکاتب کے ایک اہم رکن اور ذمّے دار ''حضرت مولانا ناصر صاحب'' نے نوساری میں اسکول کے بچوں کے لیے مکتب کے ساتھ شعبۂ حفظ کا سلسلہ قائم فرمایا ہے جو مثالی ہے، تعلیم و تربیت کا بہترین نظام ہے، فجر کی اذان سے دس، پندرہ منٹ پہلے بچے اور اساتذہ؛ بلکہ خود مولانا بھی مدرسہ میں حاضر ہو جاتے ہیں اور فجر سے قبل بچے سبق سنا دیتے ہیں اور فجر کی نماز مدرسہ ہی میں بچے ادا کرتے ہیں اور فجر کے بعد متصلاً بچے سبق پارہ سناتے ہیں اور جو بچے اسکول جانے والے ہیں وہ اسکول جاتے ہیں اور جن بچوں کی اسکول دس بجے شروع ہوتی ہے وہ سبق پارہ کے بعد آموختہ سنا کر اسکول جاتے ہیں اور صبح اسکول والے بچے دوپہر میں اپنا

آموختہ سناتے ہیں، مغرب کے بعد تمام بچے مدرسہ ہی میں آکر اپنا اگلا سبق یاد کرتے ہیں اور عشا کی نماز مدرسہ ہی میں ادا کرنے کے بعد تمام بچے سورۂ ملک کی تلاوت کرتے ہیں، پھر اس کے بعد گھر واپس ہوتے ہیں، ہر نماز کے بعد کوئی ایک بچہ کھڑے ہوکر سب بچوں کے سامنے اسلامی معلومات پر مشتمل کوئی نہ کوئی بات پیش کرتا ہے، مثلاً: نماز کے واجبات یا فرائض، سنن و آداب، اسمائے حسنیٰ یا عقائد یا سیرتِ پاک۔

دوہرائی کا عمل

حفظ کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے دوہرائی کا عمل ضروری ہے، عصری تعلیم حاصل کرنے والے بچے سبق سناتے ہیں؛ لیکن انھیں آموختہ سنانے کا وقت نہیں ملتا، یا سناتے بھی ہیں تو بہت کم؛ اس لیے حفظ شدہ حصے کو ضائع ہونے سے بچانا بہت دشوار ہوتا ہے، حفظ کیے ہوئے حصے کو یاد رکھنے کے سلسلے میں لوگوں کی صلاحیت میں تفاوت ہوتا ہے، کچھ لوگ کم دوہرانے سے بھی اسے یاد رکھتے ہیں، جب کہ کچھ کو منزل یاد رکھنے کے لیے کثرت سے دوہرانا پڑتا ہے؛ اس لیے اساتذہ ان بچوں کے لیے دوہرائی کے عمل کا خاص پروگرام بنائیں، بغیر دوہرائی کے حفظ میں پختگی نہیں ہوگی، قرآن کا حفظ شدہ وہ حصہ جس کی کثرت سے دوہرائی نہ کی گئی ہو وہ بہت جلد حافظے سے محو ہو جاتا ہے۔

امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ: ہمیں حسن بن بکر نیشاپوریؒ نے بتلایا کہ مجھے اس وقت تک کوئی چیز حفظ نہیں ہوتی جب تک اسے پچاس بار دوہرا نہ لوں۔

امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ: قلوب کی مثال مٹی کی سی ہے، علم اس کے

پودے ہیں اور مذاکرہ (دوہرانا) اس کا پانی ہے، جب کسی بھی کھیت سے پانی بند کر دیا جائے تو پودے خشک ہو جاتے ہیں۔

احمد بن فراتؒ فرماتے ہیں کہ: ہم ہمیشہ اپنے شیوخ کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنتے رہے ہیں کہ حفظ میں پختگی کا باعث صرف یہ ہے کہ اسے بکثرت دیکھا جائے۔

ایک شاعر کا قول ہے:

فَادِمْ لِلْعِلْمِ مُذَاكَرَةً	فَدَوَامُ الْعِلْمِ مُذَاكَرَتُهُ

علم کی دوہرائی پر ہمیشگی اختیار کرو؛ کیوں کہ علم کی بقا دوہرائی پر ہی منحصر ہے۔

معلوم ہوا کہ منزل کی پختگی کے لیے دوہرائی کی اہمیت حفظ سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے؛ اس لیے اسکول کے بچوں کے لیے منزل کی دوہرائی کا پروگرام نہایت ضروری ہے۔

ایک عاجزانہ درخواست

دیہات اور شہر کے مکاتب کے شعبۂ حفظ کے اساتذہ سے عاجزانہ درخواست ہے کہ مدرسہ کے وقت کے مکلف نہ رہیں؛ بلکہ اپنے خارجی اوقات اس اہم خدمت میں صرف کر کے بچوں کے ساتھ احسان کا معاملہ فرمائیں۔

بعض والدین "S.S.C"، یعنی دسویں کے بعد اپنے بچوں کی دنیوی تعلیم کا

سلسلہ منقطع کر کے دینی تعلیم کے ساتھ خاص کرنا چاہتے ہیں تو وہ دسویں سے پہلے اپنے بچوں کو شعبۂ حفظ میں داخل کر دیں؛ تاکہ تھوڑا تھوڑا حفظ ہوتا رہے اور دسویں تک میں قرآن مکمل ہو گیا ہو تو ایک سال گردان سنا کر درجۂ عالمیت میں داخل کر دیں اور اگر حفظ مکمل نہ ہوا ہو تو حفظ مکمل کر کے پہلے آموختہ پختہ کرے پھر عالمیت میں داخلہ کریں۔

اور اگر والدین بچوں کی دنیوی تعلیم کا سلسلہ منقطع نہیں کرنا چاہتے ہیں تو وہ دسویں کے بعد حفظ کے لیے ایک سال یا حفظ مکمل کرنے تک کا وقت دنیوی تعلیم کو منقطع کر دیں اور جب حفظ مکمل ہو جائے تو پھر عصری تعلیم کا سلسلہ شروع کر سکتے ہیں۔

خاتمہ

اللہ پاک اپنے فضل سے میری اس کاوش کو خالص اپنی ذات کے لیے قبول فرمالیں اور ہر قسم کے شائبہ سے یا نفس کی غلطی سے پاک کر دیں اور قارئین کے لیے؛ خاص کر کے اہلِ قرآن کے لیے نافع بنائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوانَا اَنِ الحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مکمل تیس پاروں کا تعارف

ایک سے پندرہ (۱/سے ۱۵)

پارہ نمبر	پارہ کا نام	کل رکوع	کل آیات	واقع سورتیں	تیرہ سطری صفحات	پندرہ سطری صفحات
۱	الٓمّ	۱۷	۱۴۸	فاتحہ، بقرہ	۲۸	۲۲
۲	سَیَقُوْلُ	۱۶	۱۱۱	سورۃ البقرۃ	۲۸	۲۰
۳	تِلْكَ الرُّسُلُ	۱۷	۱۲۵	بقرہ، آل عمران	۲۸	۲۰
۴	لَنْ تَنَالُوْا	۱۴	۱۳۲	آل عمران، نساء	۲۸	۲۰
۵	وَالْمُحْصَنٰتُ	۱۷	۱۲۴	سورۃ النساء	۲۸	۲۰
۶	لَا یُحِبُّ اللّٰهُ	۱۴	۱۱۱/۱۱۲	نساء، مائدہ	۲۸	۲۰
۷	وَاِذَا سَمِعُوْا	۱۹	۱۴۸/۱۴۹	مائدہ، انعام	۲۸	۲۰
۸	وَلَوْ اَنَّنَا	۱۷	۱۴۲	انعام، اعراف	۲۸	۲۰
۹	قَالَ الْمَلَاُ	۱۸	۱۵۹	اعراف، انفال	۲۸	۲۰
۱۰	وَاعْلَمُوْا	۱۷	۱۲۸	انفال، توبہ	۲۸	۲۰
۱۱	یَعْتَذِرُوْنَ	۱۶	۱۵۰	توبہ، یونس، یوسف	۲۸	۲۰

۱۲	وَمَا مِنْ دَابَّةٍ	۱۶	۱۷۰	هود ، يوسف	۲۸	۲۰
۱۳	وَمَا اُبَرِّئُ	۱۹	۱۵۵	يوسف ، رعد ، ابراهيم	۲۸	۲۰
۱۴	رُبَمَا	۲۲	۲۲۶	حجر ، نحل	۲۸	۲۰
۱۵	سُبْحَانَ الَّذِيْ	۲۱	۱۸۵	بني اسرائيل ، كهف	۲۸	۲۰

سولہ سے تیس (۱۶/ سے ۳۰)

۱۶	قَالَ اَلَمْ	۱۷	۲۶۹	كهف ، مريم ، طٰهٰ	۲۸	۲۰
۱۷	اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ	۱۷	۱۹۰	انبياء ، حج	۲۸	۲۰
۱۸	قَدْ اَفْلَحَ	۱۷	۲۰۲	مؤمنون، نور، فرقان	۲۸	۲۰
۱۹	وَقَالَ الَّذِيْنَ	۱۹	۳۴۳	فرقان، شعراء، نمل	۲۸	۲۰
۲۰	اَمَّنْ خَلَقَ	۱۶	۱۶۶	نمل، قصص، عنكبوت	۲۶	۲۰
۲۱	اُتْلُ مَا اُوْحِيَ	۱۹	۱۷۹	عنكبوت، روم، لقمٰن، سجده، احزاب	۲۸	۲۰
۲۲	وَمَنْ يَّقْنُتُ	۱۸	۱۶۳	احزاب، سبا، فاطر، يٰسٓ	۲۶	۲۰
۲۳	وَمَالِيَ	۱۷	۳۶۳	يٰسٓ، الصّٰفّٰت، صٓ، زمر	۲۸	۲۰

۲۰	۲۶	زمر، مؤمن، حمٓ سجدہ	۱۷۵	۱۹	فَمَنْ اَظْلَمُ	۲۴
۲۰	۳۰	حٰمٓ سجدہ، شوریٰ، زخرف، دخان، جاثیہ	۲۴۶	۲۰	اِلَیْهِ یُرَدُّ	۲۵
۲۰	۳۰	احقاف، محمد، فتح، حجرات، قٓ، ذٰرِیٰت	۱۹۵	۱۸	حٰمٓ	۲۶
۲۰	۳۰	ذٰرِیٰت، طور، نجم، قمر، رحمٰن، واقعہ، حدید	۳۹۹	۲۰	قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ	۲۷
۲۰	۳۰	مجادلہ، حشر، ممتحنہ، صف، جمعہ، منافقون، تغابن، طلاق، تحریم	۱۳۷	۲۰	قَدْ سَمِعَ اللّٰہ	۲۸
۲۴	۳۰	ملك، قلم، حاقہ، معارج، نوح، جن، مزمل، مدثر، معارج، دھر، مرسلات	۴۳۱	۲۲	تَبَارَكَ الَّذِيْ	۲۹
۲۵	۳۰	سورۃ النبا سے سورۃ الناس تک (۳۷)	۵۶۴	۳۹	عَمَّ	۳۰

ایک سالہ نصاب برائے حفظِ قرآن باعتبارِ صفحات

قرآنِ کریم	تفصیل	کل صفحات	تقسیم	ایامِ تعلیم	یومیہ نصاب
تیرہ سطری	سوا چار صفحات	848	÷	200	4.24=
پندرہ سطری	تین صفحے سے معمولی زائد	610	÷	200	3.05=

دو سالہ نصاب برائے حفظِ قرآن باعتبارِ صفحات

قرآنِ کریم	تفصیل	کل صفحات	تقسیم	ایامِ تعلیم	یومیہ نصاب
تیرہ سطری	دو صفحہ سے زائد	848	÷	400	2.12=
پندرہ سطری	ڈیڑھ صفحے سے کچھ زائد	610	÷	400	1.50=

تین سالہ نصاب برائے حفظِ قرآن باعتبارِ صفحات

قرآنِ کریم	تفصیل	کل صفحات	تقسیم	ایامِ تعلیم	یومیہ نصاب
تیرہ سطری	ڈیڑھ صفحے کے قریب	848	÷	600	1.41=
پندرہ سطری	تقریباً ایک صفحہ	610	÷	600	1.01=

نورانی مکاتب کا مکمل نصاب ونظام

نمبر شمار	عمر	قاعدہ رقرآن شریف	کتاب	محفوظات کا آسان نصاب
۱	۴	روضۃ الاطفال	X	ص:۱۱ر سے ۱۶
۲	۵	بچوں کا تحفہ (اول)	X	ص:۱۷ر سے ۲۲
۳	۶	بچوں کا تحفہ (ثانی)	X	ص:۲۳ر سے ۲۹
۴	۷	پارۂ عمّ	اردو کا آسان قاعدہ	ص:۳۰ر سے ۳۷
۵	۸	قرآنِ پاک: ۱ر سے ۳ر پارہ	تعلیم الدین: (حصہ:۱)	ص:۳۸ر سے ۴۸
۶	۹	۴ر سے ۱۰ر پارہ	(حصہ:۲)	ص:۴۹ر سے ۵۸
۷	۱۰	۱۱ر سے ۲۰ر پارہ	(حصہ:۳)	ص:۵۹ر سے ۷۰
۸	۱۱	۲۱ر سے ۳۰ر پارہ	(حصہ:۴ر۵)	ص:۱۷ر سے ۹۲